اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد
عالِمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

ستمبر
2015

ماہنامہ
انوار مدینہ

جلد : ۲۳	ذیقعدہ/ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ / ستمبر ۲۰۱۵ء	شمارہ : ۹

سیّد محمود میاں مُدیر اعلیٰ	**سیّد مسعود میاں** نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب،متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت،بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ،اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
عیدالاضحیٰ .... اَعمال، اَحکام، فضائل	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۰
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۱۸
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفیٰ صاحب وہبہ	۲۶
خطباتِ حجۃ الوداع	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۳۱
بکری کی قربانی میں شرکت کا مسئلہ	حضرت مولانا منیر احمد صاحب	۴۷

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

چند ماہ سے قومی زبان ''اُردو'' کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کی خبریں سننے میں آرہی ہیں۔ آئین کی رُو سے ہر حکومت اور اِدارہ پابند ہے کہ ۱۴/ اگست ۱۹۸۸ء سے دفتروں، عدالتوں، سفارتخانوں اور تعلیم گاہوں میں ہر قسم کی تحریر اور تقریر اُردو میں اَنجام دیں۔

مگر اِس سب کچھ کے باوجود گزشتہ اَٹھائیس برس سے ہر حکومت اِس آئینی فیصلہ کو پامال کیے ہوئے ہے آئینِ پاکستان سے بے مروتی برتنے میں پاکستان کی اَفسر شاہی سب سے زیادہ پیش پیش رہی ہے اِن کی خواہش ہے کہ پاکستان کا ایک بہت بڑا پڑھا لکھا طبقہ عملی اِعتبار سے جاہل سمجھا جائے، لاکھوں کروڑوں باصلاحیت اَفراد کی توانائیوں سے ملک محروم رہے اور صرف بیوکریٹس کے چند خاندان ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بنے رہیں اِس مفاد پرست اور خود غرض طبقہ کے ہاتھوں ملک وقوم کی بربادی کسی بھی ذی شعور سے چھپی ہوئی نہیں ہے پاکستان کے اِستحکام اور خوشحالی کی راہ میں حائل یہ اَنگریز نواز طبقہ نہ کبھی پہلے ملک وقوم کا وفادار رہا ہے اور نہ آئندہ اِن سے ایسی کوئی توقع وابستہ کی جا سکتی ہے

پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جناب جواد ایس خواجہ نے ''اُردو'' کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کی جو عدالتی کارروائی شروع کی ہے یہ ملک وقوم کے لیے اُن کا نہایت مستحسن اِقدام ہے اِس کام کی تکمیل اگر اِن کے ہاتھوں اَنجام پاجاتی ہے تو بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی

تاریخ میں آنے والے مثبت اِنقلابات میں یہ سب سے اہم اور نتائج کے اِعتبار سے سب سے بڑھ کر اِنقلابی اِقدام ہوگا اِس کے معنوی اور مادّی ثمرات اَبرِ رحمت کی طرح ملک کے طول و عرض میں ہر چھوٹے بڑے کو خود بخود سیراب کرتے چلے جائیں گے۔ بیگانی زبان دماغ کو اور بیگانہ پانی پیٹ کو کبھی راس نہیں آئے۔ ملک میں اُردو کے نفاذ و رواج کی اِفادیت پاکستان کے ایٹمی قوت بن جانے سے کہیں بڑھ کر ہوگی ایٹمی قوت صرف دُشمن کے منفی اِقدامات کے سامنے ایک رُکاوٹ ہے مگر اپنی قومی زبان کے زور پر قوم کو حاصل ہونے والی صلاحیت و توانائی ایسی زبردست قوت بخشے گی کہ ترقی کی صدیوں میں طے ہونے والی منزلیں عشروں میں طے ہو جائیں گی، اگر موجودہ حکومت نے عدالتی اِقدامات کو عملی جامہ پہنانے میں بروقت پیش قدمی سے کام لیا تو ہر خاص و عام حکومت کے اِس قدام کو ہمیشہ سراہتا رہے گا۔

ہماری دُعا ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان کی اللہ تعالیٰ حفاظت بھی فرمائے اور مدد و نصرت بھی تاکہ ہمت و حوصلہ سے کام لیتے ہوئے وہ اپنے اِس نیک اِنقلابی عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوں۔ اِس موقع پر پوری قوم قدم بہ قدم اُن کے ساتھ ہے۔

یکم ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۷/ اگست ۲۰۱۵ء سے جامعہ مدنیہ جدید میں تخصص فی علوم الحدیث واصول الفقہ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوگیا، والحمدللہ

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ '' اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

کاموں کی درستگی کا ذریعہ .... رُجوع اِلی اللہ

نجات کا ذریعہ .... سنت کی پیروی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حدیثِ قدسی میں اِرشاد ہے اِبْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَکَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَکَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ [۱] اِس حدیث شریف میں باری تعالیٰ نے جنابِ رسول اللہ ﷺ کی زبانی بندوں کو اِس اَمر کی طرف توجہ دِلائی کہ اگر وہ خدا کی طرف رُجوع کریں گے تو اُن کے سارے کام ٹھیک ہوجائیں گے تمام کاموں میں برکت ہوگی ورنہ کاموں میں برکت نہ ہوگی اگرچہ بظاہر اُس کے سارے کام ٹھیک نظر آتے ہوں گے مگر درحقیقت وہ ہمیشہ پریشان اور حاجت مند رہے گا۔

حدیث شریف کا پہلا فقرہ ہے اِبْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اے اِنسان ! تو ہماری عبادت کے لیے خالی (فارغ) ہوجا، اِس کا یہ مطلب تو ہے ہی نہیں کہ سارے کام چھوڑ کر ہماری عبادت میں لگ جا کیونکہ خود حضور اَکرم ﷺ نے ایسا کبھی نہیں کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو ایسی تعلیم دی ہے بلکہ ایک دفعہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپس میں بیٹھ کر یہ طے کیا کہ آئندہ ہم دُنیا کے تمام کام چھوڑ کر

---

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۷۲

اللہ کی عبادت کریں گے اُسی کی یاد میں باقی زندگی گزاریں گے چنانچہ ہرایک نے اپنے لیے علیحدہ علیحدہ عبادت تجویز کی۔

ایک نے کہا میں اپنے آپ کو یکسو رکھوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا تاکہ یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں۔

دُوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔

تیسرے نے کہا میں پوری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں گا۔

غرض سب نے اپنے اپنے لیے ایک نہایت پر مشقت عبادت تجویز کرلی، اِس اِرادے اور اِس طرح فیصلہ کرنے سے پہلے اُنہوں نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ کتنی اور کس طرح عبادت فرماتے ہیں، جب آپ کے معمولات کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بنایا ہے ہر چیز آپ کے لیے معاف ہے آپ کو اِتنی عبادت کی بھی ضرورت نہیں جتنی کررہے ہیں، ہم گناہگار ہیں ہمیں تو زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے اِس لیے اُنہوں نے سب کاموں کو چھوڑنے اور عبادت کرنے کا تہیہ کرلیا۔

آنحضرت ﷺ کو جب اُن کا یہ فیصلہ معلوم ہوا تو اُنہیں طلب فرما کر اِرشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایسا ایسا طے کیا ہے اور یہ سب غلط ہے، میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور خدا کا تقوی رکھنے والا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں نہیں بھی رکھتا ہوں، رات کو جاگتا بھی ہوں سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں، جو میرا طریقہ ہے صرف وہی نجات کا طریقہ ہے جو اِس کے علاوہ راستہ اِختیار کرتا ہے وہ غلط راستہ پر ہے فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ [۱] غرض اُنہیں اُن کے اِرادوں پر عمل کرنے سے سختی سے منع فرمایا۔

گھل مل کر رہنا اور صبر کرنا :

آقائے نامدار ﷺ نے کسی شخص کو دیکھا کہ جہاں اچھی جگہ دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ میں

---

[۱] مشکوۃ کتاب الایمان رقم الحدیث ۱۴۵

یہاں رہ جاؤں تاکہ سکون سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، آپ نے اُنہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور اِرشاد فرمایا کہ لوگوں سے مِل جل کر رہو اُن سے جو تکلیف تمہیں پہنچے گی اُس پر صبر کروگے تو تم کو ثواب ملے گا، روایت میں ہے کہ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلْمُسْلِمُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُھُمْ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ [1] مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان جو لوگوں میں مل جل کر رہے اور اُن سے جو تکالیف اور اَذیتیں پہنچتی ہوں اُن پر صبر کرے اُس سے اچھا ہے جو لوگوں میں نہیں رہتا اور اُن کی اَذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔

یہ حقیقت ہے کہ لوگوں میں رہنے والے کو کسی نہ کسی سے کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور پہنچتی ہے اِس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں جو تکلیف پہنچے گی اُس پر صبر کر کے ثواب حاصل کرو۔

مطلب کی وضاحت :

اللہ تعالیٰ کے اِس اِرشاد '' تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ '' اے اِنسان ! تو میری عبادت کے لیے خالی اور فارغ ہو جا، کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اِنسان تارک الدنیا ہو کر بیٹھ جائے کیونکہ اِسلام نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ (اللہ کی عبادت کے لیے) خالی ہونے کی صورت یہ ہے کہ ہر کام میں شریعت ہی کو رہبر بنائے، اُٹھنے بیٹھنے میں، سونے جاگنے میں، خرید و فروخت میں، غرضیکہ تمام معاملات اور سب کاموں میں شریعت ہی کو مدِنظر رکھے، ایسا کرنے والے نے گویا اپنے آپ کو خدا کے لیے فارغ کر لیا۔

شریعت نے ہر کام میں رہبری کر دی ہے دُنیا میں کوئی کام ایسا نہیں جس کے کرنے کا طریقہ خدا تعالیٰ نے نہ بتلایا ہو یا آقائے نامدار ﷺ کے معمولات میں نہ رہا ہو، تو جو اِنسان اپنی زندگی کو ایسی بنالے جیسی شریعت نے بتلائی ہے، تمام کام شریعت کے مطابق کرے تو وہ ایسا ہے جیسے صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں لگا رہا اگرچہ بظاہر ایسے شخص نے اپنا وقت دُنیاوی کاموں میں گزارا ہو کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام کیے جو کام اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھے وہ چھوڑ دیے جائز کام کرتا رہا اور ناجائز کام سے کنارہ کشی اِختیار کی تو جو آدمی جائز حدود میں کاروبار کرتا ہے وہ لامحالہ خدا کی حد بندی

---

[1] مشکوۃ کتاب الاداب رقم الحدیث ۵۰۸۷

کا خیال رکھتا ہے اور کاروبار کے وقت اُس کا دھیان خدا کی طرف لگا رہتا ہے وہ حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح زندگی گزارتا ہے وہ ناجائز کاموں سے صرف اِس لیے کنارہ کش ہے تاکہ اُس سے اُس کا خدا ناراض نہ ہو تو گویا اُسے ہر وقت خدا کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے ایسا آدمی یقیناً خدا کی عبادت کے لیے خالی ہوگیا۔

عیسائیوں کا فرسودہ طریقہ :

اِسلام نے ''خلوت دَر اَنجمن'' تعلیم فرمائی ہے یعنی سب میں رہ کر سب کاموں میں لگ کر بھی ایسا رہے جیسے تنہائی میں رہتا ہو۔ ''دست بکار و دِل بیار''[1] والا معاملہ ہو۔ وہ طریقہ جو عیسائیوں نے اِیجاد کر لیا ہے کہ گوشہ نشین ہو کر عبادت کی جائے، اِسلام نے اُس سے روک دیا۔

اِنسان کے مزاج پر اِس کا اَثر :

آگے اِرشاد ہے کہ جو عبادتِ خداوندی کے لیے خالی ہوگیا اُس میں ایک قسم کی بے نیازی آجائے گی یعنی اُس کی نظر لوگوں سے ہٹی رہے گی، جو صرف خدا پر بھروسہ رکھے گا خدا اُس کو کسی کا محتاج نہیں رکھے گا اَمْلَأْ صَدْرَکَ غِنًی یعنی میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دُوں گا۔

اللہ سے بے توجہی کا نقصان :

وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ ہاں اگر تو عبادت کے لیے خالی نہیں ہوگا ہر وقت دُنیا کے کاموں میں لگا رہے گا تو مَلَأْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ میں تیرے ہاتھوں کو کاموں سے بھر دُوں گا تو ہمیشہ محتاج رہے گا بظاہر کتنا بھی بڑا اَمیر کیوں نہ نظر آئے درحقیقت ہمیشہ محتاج ہوگا، تیرے اُوپر پریشانی اور حاجت مندی کا دروازہ ہر وقت کھلا رہے گا اور تو کبھی مطمئن نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بے نیازی سے نوازے، آمین۔ اِختتامی دُعا......................

---

[1] ہاتھ کاموں میں، دھیان اللہ کی طرف

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۷

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

عیدالاضحیٰ .... اَعمال، اَحکام، فضائل

عیدالاضحیٰ کی نماز :

(۱) عیدالاضحیٰ کی نماز بھی مثل نمازِ عیدالفطر کے واجب ہے اور اِس نماز کی ترکیب بھی وہی ہے جو نمازِ عیدالفطر کی ہے۔

یعنی تکبیر اُولیٰ وثناء کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے تین بار رفع یدین کریں یعنی کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں، پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیے جائیں گے تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر اِمام فاتحہ وسورۃ پڑھے مقتدی خاموش رہیں۔

دُوسری رکعت میں فاتحہ وسورت کے بعد رفع یدین کے ساتھ تین بار تکبیریں کہیں اور ہر بار ہاتھ چھوڑتے جائیں چوتھی تکبیر پر رکوع کریں۔

ملاحظہ : عیدالاضحیٰ سے متعلق حضرتؒ کے دو مضامین قریب قریب ایک جیسے تھے اِس تفصیلی مضمون کے شروع میں دُوسرے مضمون کا اِبتدائی ایک صفحہ جو نمازِ عید کے متعلق ہے ملا کر شائع کیا جا رہا ہے تا کہ یہ مضمون بغیر تکرار کے اِختصار کے ساتھ اَشمل واَکمل ہو جائے۔ محمود میاں غفرلہٗ

غرض یہ چھ زائد تکبیریں اِس طرح کہی جائیں گی کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے اور بعد والی رکعت میں قراءت کے بعد اِس کی ترکیب یاد رکھنے کے لیے اِتنا جملہ کافی ہے کہ ''پہلی میں پہلے بعد والی میں بعد میں''۔

نمازِ عیدین کا وقت آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے لے کر زوال سے پہلے تک ہے، عید قربان کا جلد پڑھنا مستحب ہے تاکہ اِس کے بعد دُوسری عبادت یعنی قربانی کرنے میں مصروف ہو سکیں نماز کے بعد اِمام خطبہ پڑھتا ہے جس میں قربانی اور تکبیراتِ تشریق کے اَحکام بتلائے جاتے ہیں، اُس کا سننا ضروری ہے، اِس نماز کے لیے بھی باہر عید گاہ میں جانا سنت ہے، راستہ میں بلند آواز سے تکبیر پڑھتا رہے اور دُوسرے راستہ سے واپس ہو تاکہ دونوں راستے قیامت کے دِن گواہی دیں۔

(۲) عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں اگرچہ حرام نہیں، بہتر یہ ہے کہ نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھائے۔

(۳) تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر نماز کے بعد مرد کے لیے جہرًا کہنی ضروری ہے، اِمام مقتدی اور منفرد مرد سب ایک بار اِس طرح تکبیر کہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عورتیں یہ تکبیر آہستہ آہستہ کہیں، یہ تکبیریں نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک کہی جائیں گی۔

قربانی کی فضیلت اور ثواب :

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانی کیا ہے ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے جدِ اَمجد حضرت اِبراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے۔

صحابۂ کرام نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِس کا ثواب کیا ہوتا ہے ؟ اِرشاد ہوا قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی نیز اِرشاد ہوا قربانی کے دنوں میں سب سے اَفضل عمل قربانی ہے اِن دنوں میں قربانی سے زیادہ اور کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے قربانی کرتے وقت خون

کا قطرہ زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک درجہ پا لیتا ہے، پس پوری خوش دلی سے اِس فرض کو اَنجام دو۔ (اِبن ماجہ، حاکم وغیرہ۔ترغیب وترہیب ص ۱۸۹)

قربانی کس پر واجب ہے ؟

(۱) جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، بقر عید کے دنوں میں اُسی پر قربانی واجب ہوتی ہے۔

(۲) اگر ۱۲ر ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب سے پہلے مسافر وطن لوٹ آیا یا کہیں پندرہ روز قیام کا اِرادہ کرلیا یا غریب آدمی صاحبِ نصاب بن گیا تو اُس پر قربانی واجب ہوگئی۔ اگر ذبح کرنے کا وقت نہ مل سکے تو اَگلے روز اُس کی قیمت صدقہ کرے۔

(۳) اگر اِتنی حیثیت نہ ہو کہ صدقۂ فطر اُس پر واجب ہو تو قربانی اُس پر واجب نہیں ہے، ہاں اگر قربانی کردے گا تو بہت بڑے ثواب کا مستحق ہوگا۔

(۴) قربانی صرف اپنی طرف سے واجب ہوتی ہے اَولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہوتی، اگر بیوی صاحبِ نصاب ہے تو اُس پر قربانی واجب ہے، یہ قربانی اپنے پاس سے کرے گی۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے تو اپنے ماں باپ یا سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام، اہلِ بیت یا اپنے پیر یا اُستادوں کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لیے بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

قربانی کا وقت :

(۱) ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی بقر عید کے دِن سے لے کر ۱۲ر ذی الحجہ کی شام تک قربانی کا وقت ہے، آپ جس دِن چاہیں قربانی کردیں مگر بہتر یہ ہے کہ بقر عید کے دِن قربانی کریں۔

(۲) اِن دنوں میں رات کو بھی قربانی کی جاسکتی ہے مگر بہتر یہی ہے کہ دِن کے وقت قربانی کی جائے

(۳) ۱۲ر ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے وقت قربانی کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

(۴) قربانی کرنے والا جب تک نمازِ عید سے فارغ نہ ہوجائے قربانی کرنا درست نہیں ہے، اَلبتہ اگر آپ دیہات میں رہتے ہیں جہاں عید کی نماز واجب نہیں ہوتی یا آپ دیہات پہنچ گئے ہیں یا آپ نے قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دیا ہے تو دیہات میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کی جاسکتی ہے۔

ذبح کا طریقہ :

قربانی کے جانور کو قبلہ رُخ لِٹاؤ اور یہ دُعا پڑھو :

﴿ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ o اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ [۱]

پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر ذبح کرو۔

ذبح کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھو : اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

بہتر یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرو ورنہ قربانی کے وقت وہاں موجود رہو اور اُوپر لکھی ہوئی دُعائیں پڑھو۔

نیت :

قربانی کے وقت دِل سے یہ اِرادہ ضروری ہے کہ میں یہ قربانی اپنی طرف سے کر رہا ہوں (نفلی قربانی میں اُس کی نیت کرے جس کو ثواب پہنچانے کے لیے یہ قربانی کر رہا ہے) باقی نیت کے الفاظ کا زبان سے اَدا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اِسی طرح یہ دُعائیں جو اُوپر لکھی گئی ہیں پڑھنی ضروری نہیں ہیں اگر پڑھ لی گئیں تو دُعاءِ مسنون پڑھنے کا ثواب ملے گا ورنہ یہ ثواب نہیں ملے گا قربانی بہرحال ہوجائے گی مگر ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والے کو اور جو اُس کے ساتھ جانور کو قابو رکھنے میں شریک ہے اُس کو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہنا ضروری ہے۔

---

[۱] ترجمہ : میں نے رُخ کرلیا اپنا اُس اللہ کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا سب سے ہٹ کر صرف اُسی کا ہوکر اور میں مشرک نہیں ہوں۔ بیشک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے اِسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے رب کا فرماں بردار ہوں۔ اے اللہ ! یہ عطیہ تیری ہی طرف سے ہے اور یہ قربانی تیرے ہی لیے ہے۔

قربانی کے جانور اور اُن کے حصے :

چھ جنس کے جانور جو گھر میں پالے جاتے ہیں قربانی اُن ہی میں سے کسی کی کی جاسکتی ہے، یہ نر ہو یا مادہ ہر ایک کی قربانی جائز ہے۔ چھ جنسیں یہ ہیں : اُونٹ، بیل، بھینس، دُنبا، بکرا، بھیڑ۔

اِن میں سے اَوّل کے تین جانوروں کو عربی میں ''بدنہ'' کہا جاتا ہے اِن کو ہمارے یہاں بڑے جانور کہتے ہیں، باقی تین کو چھوٹے کہا جاتا ہے۔ چھوٹے جانوروں میں سے ایک کو صرف ایک ہی کرسکتا ہے اُن میں شرکت جائز نہیں، بڑے جانوروں میں سات آدمی تک ایک کو کرسکتے ہیں یعنی ایک گائے، بیل یا بھینس یا اُونٹ میں سات آدمی تک شریک ہوسکتے ہیں، سات سے کم ہوں مثلاً ایک آدمی تین حصے لے ایک دو حصے لے دو آدمی ایک ایک حصہ لیں اِس طرح چار آدمی شریک ہوجائیں یہ بھی جائز ہے، سات سے زائد مثلاً آٹھ آدمی شرکت نہیں کرسکتے کیونکہ ساتویں حصے سے کم کسی کا حصہ نہیں ہوسکتا ورنہ قربانی درست نہیں ہوگی۔ اِس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ سب حصہ داروں کی نیت قربانی کی ہو یا عقیقہ کی صرف گوشت کھانے یا گوشت بیچنے کی نیت کسی کی نہ ہو ورنہ کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

تقسیم :

یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ کوئی حصہ کم یا زیادہ ہو، ورنہ ایک قسم کا سود ہوجائے گا جس کا کھانا اور کھلانا دونوں ناجائز ہیں، پس ضروری ہے کہ پوری اِحتیاط کے ساتھ تول کر (حصہ داروں میں) بانٹا جائے ، اَٹکل اور اَندازہ سے تقسیم کرنا درست نہیں اَلبتہ اگر گوشت کے ساتھ کلہ پائے اور کھال کو بھی شریک کرلیا جائے تو جس طرف کلہ پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے چاہے جتنا کم ہو۔

عمریں :

اُونٹ کم اَز کم پانچ برس، گائے بیل بھینس بھینسہ کم اَز کم دو سال، بکرا بکری بھیڑا بھیڑ اور دُنبہ کم اَز کم ایک سال کا ہونا چاہیے اِس سے اگر عمر کم ہو تو اُس کی قربانی درست نہیں ہے اَلبتہ دُنبہ چھ ماہ

کی عمر کا اگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور اگر سال بھر والے دُنبوں میں چھوڑ دیں تو کچھ فرق معلوم نہ ہو تو ایسے دُنبے کی قربانی درست ہوگی۔ [۱]

عیب دار جانور جن کی قربانی درست نہیں ہے :

(۱) اَندھا، کانا اور ایسا جانور جس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا تہائی یا تہائی سے زیادہ دُم کٹ گئی ہو، اُن کی قربانی درست نہیں ہے۔

(۲) ایسا لنگڑا جانور کہ تین پاؤں سے چلتا ہو چوتھا پاؤں رکھتا ہے مگر اُس سے چل نہیں سکتا تو اُس کی قربانی درست نہیں ہوگی اور اگر چلتے وقت وہ چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اُس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اُس کی قربانی جائز ہوگی۔

(۳) اِتنا دُبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو اُس کی قربانی درست نہیں ہے اور اگر دُبلا ہے مگر ایسا نہیں کہ مریل ہو گیا ہو اُس کی قربانی درست ہے لیکن بہتر بہرحال یہی ہے کہ قربانی کا جانور موٹا تازہ فربہ ہو۔

(۴) جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں اُن سے زیادہ باقی ہیں تو اُس کی قربانی درست ہوگی۔

(۵) جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اُس کی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کان تو ہیں مگر بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اُس کی قربانی درست ہے۔

(۶) جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اُس کی قربانی درست ہے اَلبتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں ہے۔

(۷) خصی بکرے اور مینڈھے کی بھی قربانی درست ہے جس جانور کے خارشت ہو اُس کی بھی قربانی درست ہے اَلبتہ اگر خارشت کی وجہ سے بالکل لاغر ہو گیا ہو تو درست نہیں ہے۔

---

[۱] بھیڑ کا بھی یہی حکم ہے جو دُنبے کا ہے۔

قربانی کا گوشت :

بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی حصہ فقیروں کو خیرات کر دیا جائے باقی خود کھائیں اور دوست اَحباب اور رشتہ داروں کو پیش کریں، اگر خیرات کا حصہ تہائی سے کم ہو گیا تب بھی کوئی کراہت یا گناہ نہیں ہے۔

قربانی کی کھال :

(۱) قربانی کی کھال آپ اپنے کام میں لا سکتے ہیں مثلاً مشک یا ڈول بنوا لیں یا جائے نماز تیار کر لیں۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ کسی کو خدا واسطے دے دیں۔

(۳) یہ بھی جائز ہے کہ آپ فروخت کر دیں مگر جو قیمت ہے آپ وہی کی وہی ایسے ضرورت مندوں کو دے دیں جن کو زکوۃ دی جا سکتی ہو، جن کو زکوۃ دینی جائز نہیں اُن کو یہ قیمت کے دام بھی دینے درست نہیں۔

(۴) اگر کھال کی قیمت کے دام آپ نے کسی اور کام میں خرچ کر دیے پھر اُتنے ہی دام اپنے پاس سے آپ نے خیرات کر دیے تو بے شک اَدائیگی ہو گئی مگر بے ضابطہ اور غلط بات ہوئی۔

(۵) کھال کی قیمت مسجد یا کسی ایسے کارِ خیر میں خرچ نہیں کر سکتے جن میں کسی کو معین طور پر مالک نہ بنایا جا سکتا ہو مثلاً کسی مردہ کے کفن دفن میں خرچ نہیں کر سکتے، ہاں اِس کے کسی ضرورت مند وارِث کو دے سکتے ہیں کہ وہ اگر چاہے تو اِس مردہ کے کسی کام میں اپنی طرف سے لگا دے۔

متفرق مسائل :

(۱) قربانی کی رسی، جھول وغیرہ سب خیرات کر دے۔

(۲) گوشت بنانے والے (قصائی) کی مزدوری اپنے پاس سے دے قربانی کا گوشت یا چربی یا چھیچھڑے وغیرہ یا قربانی کی کھال مزدوری میں دینی جائز نہیں ہے۔

(۳) کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اُس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اَب اُس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔

(۴) اُس غریب آدمی کا جس پر قربانی واجب نہیں تھی یہ جانور گم ہوگیا تو اَب اُس پر کچھ واجب نہیں لیکن اگر اُس نے قربانی کے لیے دُوسرا جانور خرید لیا پھر پہلا بھی مِل گیا تو اُس پر دونوں کی قربانی واجب ہوگئی۔

(۵) اگر امیر آدمی کو جس پر قربانی واجب تھی ایسا اِتفاق ہوا کہ پہلا جانور جو قربانی کے لیے خریدا تھا وہ گم ہوگیا تو اُس نے دُوسرا خریدا پھر پہلا بھی مل گیا تو اُس پر صرف ایک کی قربانی واجب ہوگی دُوسرے جانور کے بارے میں اُس کو اِختیار ہوگا چاہے اپنے پاس رکھے چاہے بیچ دے۔

(۶) اگر کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دِن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کردے اور اگر بکری خرید لی تھی تو بعینہٖ وہی بکری خیرات کردے۔

(۷) جس نے قربانی کی منت مانگی اور خدا کے فضل سے وہ کام ہوگیا تو اَب قربانی کرنا واجب ہے چاہے مالدار ہو یا غریب۔

(۸) منت کی قربانی کا تمام گوشت خیرات کرنا ہوگا، نہ یہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی اَمیر (صاحبِ نصاب) کو دے سکتا ہے، اگر خود کچھ کھا یا یا کسی اَمیر کو دے دیا تو اُتنا گوشت خیرات کرنا پڑے گا۔

(۹) اگر اپنی خوشی سے کسی مردہ کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے تو اُس کے گوشت میں سے خود کھانا کھلانا بانٹنا سب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔

(۱۰) لیکن اگر کسی مرنے والے نے وصیت کردی تھی کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اِس وصیت پر اُس کے مال میں سے قربانی کی گئی ہے تو اِس قربانی کے تمام گوشت اور پاؤں وغیرہ کو خیرات کردینا واجب ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور دُوسرے شخص نے اُس کی طرف سے بغیر اُس کے کہے قربانی کردی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوگی اور کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ اُس کے کہے بغیر طے کرلیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ (باقی صفحہ ۶۴)

۞ ۞ ۞

قسط : ۲۱

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

سولہواں سبق : جنت اور دوزخ

پچھلے سبق میں بتلا چکا ہے کہ قیامت کا دِن فیصلے کا دِن ہوگا پھر جو مومن ہوں گے اور دُنیا میں جن کے اَعمال بھی بہت اچھے رہے ہوں گے اور کسی سزا اور عذاب کے مستحق نہ ہوں گے وہ تو قیامت کے عرصہ میں بھی عرشِ اِلٰہی کے سائے میں اور بہت آرام سے رہیں گے اور بہت جلدی جنت میں بھیج دیے جائیں گے اور جو ایسے ہوں گے کہ کچھ سزا پا کر بخشے جائیں گے اور قیامت اور حشر کے دِن کچھ تکلیفیں اُٹھا کر یا زیادہ سے زیادہ کچھ مدت تک دوزخ میں اپنے گناہوں کی سزا پا کر بخش دیے جائیں گے، بہرحال جن میں ذرّہ برابر بھی اِیمان ہوگا وہ آخر کار کبھی نہ کبھی جنت میں پہنچ ہی جائیں گے اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہی رہ جائیں گے جو دُنیا سے کفر اور شرک کی حالت میں گئے ہوں گے، اَلغرض جنت اِیمان اور نیک عملی اور اللہ کی وفاداری کا بدلہ ہے، دوزخ کفر و شرک اور اللہ سے غداری اور اُس کی نافرمانی کی سزا ہے۔

جنت کی نعمتوں، راحتوں اور دوزخ کے دُکھوں، عذابوں کا بیان قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے چند آیتیں اور حدیثیں ہم یہاں بھی ذکر کرتے ہیں، سورۂ آلِ عمران میں اِرشاد ہے :

﴿ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ﴾ (سُورہ آلِ عمران : ۱۵)

''پرہیزگاروں کے لیے اُن کے رب کے ہاں وہ جنتیں ہیں (یعنی ایسے باغات) ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اُن ہی میں رہیں گے اور پاک ستھری بیبیاں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے سب بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (کسی کا حال اُس سے چھپا نہیں ہے)۔''

اور سورۂ یٰسین میں اِرشاد ہے :

﴿ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ○ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ○ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ○ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ (سُورۂ یٰس : ۵۵ تا ۵۸)

''اہلِ جنت اُس دِن اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے، وہ اور اُن کی بیویاں سایہ میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، اُن کے لیے وہاں طرح طرح کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے اُن کو ملے گا، رحمت و کرم والے پروردگار کی طرف سے اُن کو سلام فرمایا جائے گا۔''

اور سورۂ زخرف میں اِرشاد ہے :

﴿ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (زخرف : ۷۱)

''اور جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو لوگوں کے جی چاہتے ہیں اور آنکھیں جس سے مزہ لیتی ہیں اور (اے میرے نیک بندو) تم ہمیشہ اِسی جنت میں رہو گے۔''

اور سورۂ محمد میں جنت کا حال اِس طرح بیان کیا گیا ہے :

﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ﴾ (سُورہ محمد : ۱۵)

''وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے اُس کا حال یہ ہے کہ اُس میں بہت سی نہریں ہیں پانی کی جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، اور بہت سی نہریں ہیں دُودھ کی جس کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سے نہریں ہیں حلال اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے پینے والوں کے لیے، اور بہت سے نہریں ہیں صاف کیے ہوئے شہد کی، اور اُن کے واسطے اِس جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور

بخشش ہے اُن کے پروردگار کی ۔''

اور سورۂ حجر میں جنت کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے :

﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ ﴾ (سُورہ حجر : ۴۸)

''اہلِ جنت کو کسی قسم کی کوئی تکلیف وہاں نہیں چھو سکے گی ۔''

یعنی جنت میں صرف آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش ہوگا کسی قسم کی کوئی تکلیف اور رنج کی کوئی بات وہاں نہ ہوگی ، یہ تو جنت اور جنتیوں کا مختصر حال ہوا۔

اَب دوزخ اور دوزخیوں کا بھی کچھ حال قرآنِ مجید ہی کی زبان سے سن لیجیے، سورہ مومنون میں اِرشاد ہے :

﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ (سُورة المومنون : ۱۰۳ ، ۱۰۴)

''اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے (کفر وشرک یا بدعملی اِختیار کر کے) خود اپنا گھاٹا کیا تو یہ جہنم میں رہیں گے اُن کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اُن کے منہ اُس میں بگڑے ہوئے ہوں گے ۔''

اور سورہ کہف میں فرمایا گیا ہے :

﴿ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ﴾ (سُورة الکهف : ۲۹)

''اور ہم نے ظالموں [۱] کے لیے دوزخ تیار کی ہے اُس کی قناتیں اُنہیں گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ پیاس کی فریاد کریں گے تو اُس کے جواب میں اُن کو پانی دیا جائے گا تیل کی تلچھٹ جیسا اور اِتنا جلتا اور کھولتا ہوا کہ بھون ڈالے منہ کو ۔''

---

[۱] قرآنِ کریم کی زبان میں سب سے بڑا ظلم کفر اور شرک ہے اور اصلی ظالم کفر وشرک کرنے والے ہیں ۔

سورۂ حج میں اِرشاد ہے :

﴿ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَارٍ ط يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ○ يُصْهَرُبِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ○ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ○ كُلَّمَآ اَرَادُوْآ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ق وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ (سُورہ حج :۲۲)

''جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کے کپڑے کترے جاویں گے اور اُن کے سر کے اُوپر تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا اِس سے اُن کی کھالیں اور پیٹ کے اَندر کی چیزیں بھی سب گل جاویں گی اور اُن کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے، وہاں کی تکلیف اور سختی کی وجہ سے وہ جب اِس سے نکلنے کا اِرادہ کریں گے تو پھر اُسی میں دھکیل دیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہیں جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔''

اور سورۂ دُخان میں اِرشاد ہے :

﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ○ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ○ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ○ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَأْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ﴾ (سُورۃ الدخان :۴۳ تا ۴۸)

''بے شک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں مشرکوں) کا کھانا ہوگا جو اپنی بدصورتی اور گھنونے پن میں تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اِس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اِس کے سر پر نہایت تکلیف دینے والا جلتا ہوا پانی چھوڑو۔''

اور سورۂ اِبراہیم میں دوزخی آدمی کے متعلق فرمایا گیا ہے :

﴿ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ○ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ (سُورۂ اِبراھیم :۱۶، ۱۷)

''اور اُس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو ہوگا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ

کر کے پیے گا اور گلے سے اُس کو وہ آسانی سے اُتار نہ سکے گا اور ہر طرف سے اُس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ مرے گا بھی نہیں اور اُس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔''

اور سورۂ نساء میں اِرشاد ہے :

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْھِمْ نَارًا ط کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ (سُورة النساء : ۵٦)

''جو لوگ ہماری آیتوں اور حکموں کے منکر ہیں ہم اُن کو ضرور دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے، جب اُن کی کھالیں جل بُھن جائیں گی اور پک جائیں گی تو ہم اُن کی جگہ اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب کا مزہ پوری طرح چکھیں۔''

قرآنِ مجید کی سینکڑوں آیتوں میں دوزخ کے دردناک عذاب کی اِس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں، ہم یہاں اِن ہی چند آیتوں پر بس کرتے ہیں۔

اَب جنت اور دوزخ کے متعلق چند حدیثیں بھی سن لیجیے، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی اِنسان کے دِل میں اُن کا خیال ہی گزرا ہے۔''

بے شک جنتیوں کو جو نفیس اور لذیز کھانے ملیں گے اور جو پھل عطا فرمائے جائیں گے اِسی طرح پینے کی جو نہایت لطیف اور خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کے لیے جو اَعلیٰ درجے کے خوشنما لباس دیے جائیں گے اور جو عالی شان خوبصورت مکانات اور خوش منظر باغیچے عطا ہوں گے اور جنت کی جو حسین وجمیل حوریں دی جائیں گی اور اِن کے سوا بھی لذت و راحت اور لطف و مسرت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائیں گے جیسا کہ اِس حدیث میں فرمایا گیا، واقعہ یہی ہے کہ بس اللہ ہی اُن کو جانتا ہے اَلبتہ ہمارا سب پر اِیمان ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

''جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اَب تم ہمیشہ تندرست رہو، کوئی بیماری تمہارے پاس نہیں آئے گی، اَب تم ہمیشہ زندہ رہو تمہارے لیے اَب موت نہیں، تم ہمیشہ جوان رہو اَب تم بوڑھے ہونے والے نہیں، اَب تم ہمیشہ عیش و راحت میں رہو کوئی رنج و غم اَب تمہارے پاس آنے والا نہیں۔''

سب سے بڑی نعمت جو جنت میں پہنچنے کے بعد جنتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ :

''جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا کیا تم چاہتے ہو کہ جو نعمتیں تم کو دی گئیں اِن سے زائد کوئی اور چیزیں تمہیں عطا کروں ؟ وہ عرض کریں گے خداوندا ! آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے ہم کو دوزخ سے نجات دی اور جنت عطا فرمائی (جس میں سب کچھ ہے، اَب ہم اور کیا مانگیں؟) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر پردہ اُٹھا دیا جائے گا اور اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو بے پردہ دیکھیں گے اور پھر جنت اور اُس کی ساری نعمتیں جو اَب تک اُن کو مِل چکی تھیں اُن سب سے زیادہ پیاری نعمت اُن کے لیے یہ دیدارِ اِلٰہی کی نعمت ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ سب نعمتیں اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے، آمین۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت کے عیش و راحت اور دوزخ کے دُکھ اور عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

''قیامت کے دِن ایک شخص کو لایا جائے گا جو دُنیا میں سب سے زیادہ عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہا ہوگا لیکن اپنی بدبختی کی وجہ سے وہ دوزخ کا مستحق ہوگا تو اُس کو دوزخ کی آگ میں ایک غوطہ دے کر فورًا نکال لیا جائے گا پھر اُس سے پوچھا

جائے گا کہ کبھی تو عیش و آرام میں بھی رہا تھا ؟ وہ کہے گا اے پروردگار ! تیری قسم میں نے کبھی کوئی آرام نہیں دیکھا۔ اور ایک دُوسرے آدمی کو لایا جائے گا جو دُنیا میں سب سے زیادہ دُکھ اور تکلیفوں میں رہا ہوگا مگر وہ جنت کا مستحق ہوگا پھر اِسی طرح اُس کو بھی جنت کی ذرا ہوا کھلا کر فوراً نکال لیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تو کبھی کسی دُکھ اور تکلیف کی حالت میں رہا تھا ؟ وہ عرض کرے گا نہیں میرے پروردگار! تیری قسم مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور میں نے کبھی کوئی دُکھ نہیں دیکھا۔''

درحقیقت جنت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی عیش آرام کا اِنتظام فرمایا ہے کہ دُنیا میں ساری عمر دُکھوں اور تکلیفوں میں رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ کے لیے جنت میں پہنچنے کے بعد اپنی عمر بھر کی تکلیفوں کو بالکل بھول جائے گا۔ اور دوزخ ایسا ہی عذاب کا گھر ہے کہ دُنیا میں ساری عمر عیش و آرام سے رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ دوزخ میں رہ کر بلکہ صرف اُس کی گرم اور بدبودار لپٹ پا کر یہی محسوس کرے گا کہ اُس نے کبھی عیش و آرام کا منہ نہیں دیکھا۔ دوزخ کے عذاب کی سختی کا اَندازہ بس اِسی ایک حدیث سے کیا جا سکتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا :

''دوزخ میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اُس کے پاؤں کی جوتیاں آگ کی ہوں گی جن کے اَثر سے اُس کا دماغ اِس طرح کھولے گا جس طرح چولہے پر رکھی ہانڈی پکا کرتی ہے۔''

دوزخیوں کو کھانے پینے کے لیے جو کچھ دیا جائے گا اُس کا کچھ ذکر ابھی ابھی قرآن شریف کی آیتوں میں گزر چکا ہے، اِس سلسلہ میں دو حدیثیں بھی سن لیجیے، ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

''جہنمیوں کو جو بدبودار پیپ (غساق) پینی پڑے گی، اگر اُس کا ایک ڈول بھر کے دُنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دُنیا اُس کی بدبو سے بھر جائے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اُس زقوم کا ذکر کرتے ہوئے جو دوزخیوں کا

کھانا ہوگا، اِرشاد فرمایا :

''اگر زقوم کا ایک قطرہ اِس دُنیا میں ٹپک جائے تو ساری دُنیا میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں سب خراب ہو جائیں پھر سوچو کہ اُس پر کیا گزرے گی جس کو یہی زقوم کھانا پڑے گا۔''

اے اللہ ! تو ہم کو اور سب اِیمان والوں کو دوزخ کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔ بھائیو ! برزخ اور قیامت اور دوزخ اور جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ پاک نے اور اُس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے جو کچھ ہم کو بتلایا ہے (جس میں سے کچھ یہاں اِن دو سبقوں میں ہم نے ذکر کیا ہے) اِس میں ذرّہ برابر شبہ نہیں ہے، قسم اللہ پاک کی یہ سب بالکل اِسی طرح ہیں اور مرنے کے بعد ہم اِن سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، قرآن و حدیث میں قیامت اور جنت کا ذکر اِتنی تفصیل سے سینکڑوں بار اِسی لیے کیا گیا ہے کہ ہم دوزخ کے عذاب سے بچنے کی اور جنت حاصل کرنے کی کوشش سے غافل نہ ہوں۔

بھائیو ! یہ دُنیا چند روزہ ہے، ایک نہ ایک دِن ہم سب کو یقیناً مرنا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اور ہم سب کو اپنے اَعمال کا حساب دینے کے لیے اللہ کے سامنے یقیناً کھڑا ہونا ہے اور پھر اُس کے بعد ہمارا مستقل اور دائمی ٹھکانا یا جنت میں ہوگا یا دوزخ میں، ابھی وقت ہے کہ پچھلے گناہوں سے توبہ کرکے اور آئندہ کے لیے اپنی زندگی کو درست کرکے دوزخ سے بچنے کی اور جنت حاصل کرنے کی فکر اور کوشش کرلیں، اگر خدانخواستہ زندگی یوں ہی غفلت میں گزر گئی تو مرنے کے بعد حسرت اور دوزخ کے عذاب کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ.

قسط : ۲۱

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبد العظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت اَیوب علیہ السلام کا واقعہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ o اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ج هٰذَا مُغْتَسَلٌ م بَارِدٌ وَّشَرَابٌ o وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ o وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ط اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ط نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴾ (سُورۂ ص :۴۱ تا ۴۴)

''اور یاد کر ہمارے بندے اَیوب کو، جب اُس نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف، لات مار اپنے پاؤں سے ! یہ چشمہ نکلا نہانے کو اور ٹھنڈا پینے کو۔ اور بخشے ہم نے اُس کو اُس کے گھر والے اور اُن کے برابر اُن کے ساتھ اپنی مہربانی سے، اور عقل والوں کے لیے یاد رکھنے کو۔ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اُس سے مارلے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو، ہم نے اُس کو پایا بہت صبر کرنے والا، تحقیق وہ خوب بندہ ہے رُجوع کرنے والا۔''

ایک مرتبہ شیطان نے فرشتوں سے حضرت اَیوب علیہ السلام کے تقویٰ و پرہیز گاری کے متعلق گفتگو سنی، حضرت اَیوب علیہ السلام اللہ کے عبادت گزار بندے تھے اُن کے تمام اَوقات اللہ کی عبادت اور نعمتوں کے شکر میں گزرتے تھے، شیطان کو یہ بات بری لگتی تھی لہٰذا اُس نے اِرادہ کیا کہ اِن کو گمراہ کرے چنانچہ وہ اُن کے پاس گیا اور اُن کے دِل میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اِسے معلوم

ہوا کہ اُن کے کان اور دِل بند ہیں باہر سے کوئی چیز (وسوسہ) اُن میں داخل نہیں ہوسکتی اور یہ اللہ کے اُن مخلص بندوں میں داخل ہیں جن پر شیطان کا کوئی داؤ نہیں چلتا لہٰذا شیطان بہت پریشان ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور تمام غرور خاک میں ملا کر بولا : اے اللہ ! تیرا بندہ اَیوب تیری عبادت کرتا ہے، تسبیح بیان کرتا ہے اپنے دِل و زبان کو تیرے ذکر و تسبیح میں مشغول رکھتا ہے لیکن یہ تمام عبادات اُن نعمتوں کے بدلے میں ہیں جو تو نے اُسے عطا کی ہیں، وہ تیری رضا کے لیے عبادت نہیں کرتا لہٰذا اے اللہ ! اُسے اِن تمام نعمتوں سے محروم کر پھر دیکھ لو وہ تیری اِطاعت سے کیسے منہ پھیرتا ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے شیطان لعین ! اَیوب میرا مخلص بندہ ہے وہ عبادت اور ذکر حق سمجھ کر کرتا ہے اُس کی عبادت و ذکر دُنیا کی محبت سے خالی اور حرص و لالچ سے دُور ہے، اَیوب اِیمانی اِعتبار سے روشن چراغ کی طرح ہے اور وہ صبر و یقین میں اَعلیٰ مقام رکھتا ہے لہٰذا میں اَیوب کا مال و دولت تمہارے لیے حلال کرتا ہوں تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو پھر دیکھنا کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟

شیطان لعین یہ اِختیار لے کر وہاں سے چلا اور اپنے چیلوں کو مشاورت کے لیے جمع کیا، اُنہوں نے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ حضرت اَیوب علیہ السلام کا تمام مال و دولت ختم کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، مال و دولت ہلاک کرنے کے بعد شیطان لعین ایک بوڑھے حکیم کی صورت میں حضرت اَیوب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آگ نے تمہارے مال و دولت کو تباہ کر دیا اور تمہارا رب تم سے جدا ہو گیا لیکن تم پھر بھی اپنی زبان سے اُس کا ذکر کرتے ہو، شیطان کا خیال تھا کہ یہ سن کر حضرت اَیوب علیہ السلام کا اِیمان ڈگمگائے گا لیکن حضرت اَیوب علیہ السلام مضبوط اِیمان والے اور صاحبِ یقین محکم تھے کہ اللہ اُن سے جدا نہیں ہوا، لہٰذا اُنہوں نے کہا کہ جس دولت کو آگ نے تباہ کیا ہے وہ دولت اللہ کی اَمانت تھی اور اللہ وہ اَمانت واپس لے چکا ہے لہٰذا میں ہر حال میں اللہ کا شکر اَدا کرتا رہوں گا چاہے وہ دے یا لے، راضی ہو یا ناراض، نفع دے یا نقصان، وہ تمام اَشیاء کا مالک ہے جس کو چاہے بادشاہت دے جس کو چاہے معزول کر دے، جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے، پھر حضرت اَیوب علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور شیطان لعین شرمندہ ہو کر واپس پلٹا اور ناکام ہو کر واپس

اللہ کی بارگاہ میں جا کر کہنے لگا۔

''اے مولیٰ بیشک تیرا بندہ اَیوب زوالِ نعمت پر صابر ہے لیکن یہ اِس بات کی لالچ رکھتا ہے کہ اُس کے بیٹے دوبارہ محنت سے مال و دولت کما کر لائیں گے لہٰذا اے رب ! اُن کے بیٹوں کو ہلاک کردے جو یقیناً اُن پر بہت شاق ہوگا جس سے یہ معصیت اور نافرمانی میں ضرور مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ اَولاد کا فتنہ بہت بڑا ہوتا ہے لہٰذا اِس آزمائش میں وہ ضرور جزع وفزع شروع کردیں گے۔''

اِس کی بات سن کر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا :

''اے لعین ! میں نے تجھے اُس کے بیٹوں پر مسلط کر دیا ہے لیکن یاد رکھنا تم ایک ذرّہ برابر بھی اُس کے اِیمان کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اُس کے صبر میں ذرّہ برابر بھی کمی نہ کرسکو گے۔''

اِبلیس لعین وہاں سے چلا گیا اور اپنے لشکر کو اَکٹھا کر کے تدبیریں کرنا لگا پھر اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت اَیوب علیہ السلام کے گھر جا کر دیواروں اور چھتوں کو ہلا کر گرا دیتے ہیں اِس سے وہ تمام ہلاک ہوجائیں گے چنانچہ اُنہوں نے ایسے ہی کیا جس سے تمام بیٹے ہلاک ہوگئے ، پھر شیطان ایک تسلی دینے والے شخص کی شکل میں حضرت اَیوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کیا آپ نے بیٹوں کی ہلاکت کے بعد کچھ نہیں سوچا کہ اللہ کو آپ کی عبادت اور ذکر کی کوئی پروا نہیں ہے اور اللہ نے آپ کے حقوق کی کوئی رعایت نہیں کی۔ حضرت اَیوب علیہ السلام نے روتے ہوئے کہا کہ اللہ نے دیا تھا اُس نے واپس لے لیا ہے، میں ہر حال میں اُس کا شکر اَدا کرتا رہوں گا چاہے وہ دے یا لے، راضی ہو یا ناراض، نفع دے یا نقصان، اِس کے بعد وہ سجدے میں گر گئے۔ شیطان یہ دیکھ کر بڑا غمگین اور غصہ ہوا اور اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر کہنے لگا :

''اے اللہ ! اَیوب کے مال کی طرح اُسکی اَولاد بھی ختم ہوگئی ہے لیکن اُسکی صحت باقی ہے اور وہ اِس اُمید پر عبادت کرتا ہے کہ اُسکی اَولاد اور مال واپس مِل جائے گا لہٰذا

آپ مجھے اُس کے جسم پر مسلط کر دیجیے تاکہ میں اُس کے جسم کو بیماری میں مبتلا کر دُوں پھر وہ آپ کی عبادت سے پھر جائے گا اور بیماری کی وجہ سے ذکر چھوڑ دے گا۔''

چنانچہ اللہ نے دُنیا کو حضرت اَیوب علیہ السلام کا اِیمان اور صبر دکھلانے کے لیے اور اُن کے واقعہ کو نصیحت بنانے کے لیے شیطان کو حکم فرمایا کہ

''جاؤ اُس کا جسم تمہارے سپرد ہے لیکن اُس کی رُوح اور زبان سے دُور رہنا کیونکہ اُس میں اِیمان کی حلاوت وعرفان وآگہی موجود ہے۔''

شیطان نے اپنے شاگردوں کو جمع کیا اور حضرت اَیوب علیہ السلام کے بارے میں تدبیر کرنے لگے، بالآخر اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت اَیوب علیہ السلام کے جسم کو شدید بیماری میں مبتلا کر دیں لیکن جیسے جیسے حضرت اَیوب علیہ السلام کی بیماری کی شدت بڑھتی گئی حضرت اَیوب علیہ السلام کے اِیمان ویقین اور صبر واِستقامت میں اِضافہ ہوتا چلا گیا، کافی عرصہ تک یہ بیماری قائم رہی حتی کہ حضرت اَیوب علیہ السلام کمزوری سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے ،تمام دوست واَحباب ساتھ چھوڑ گئے، صرف ایک صابرہ شاکرہ بیوی ساتھ رہ گئی جو اُن کی خدمت کرتی تھی اور بیماری کے عالَم میں بھی اُن کی زبان سے شکر کے کلمات ہی نکلتے ، نافرمانی اور ناشکری کا کلمہ نہ نکلتا، شیطان یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔ شیطان کے ایک شاگرد نے اُس سے کہا کہ تمہارے حیلے تدبیریں کہاں گئیں، ایک اَیوب (علیہ السلام) کو تم قابو نہ کر سکے تم نے اَبوالبشر آدم علیہ السلام کو جنت سے کیسے نکالا تھا ؟ وہاں کون سا حیلہ اِختیار کیا تھا ؟ اِبلیس نے کہا کہ وہاں میں نے عورت کا سہارا لے کر حملہ کیا تھا۔ اُس شاگرد نے کہا اَب بھی ایسا ہی کرو کیونکہ اِبلیس حضرت اَیوب علیہ السلام کی بیوی کو بھول چکا تھا لہٰذا اب فورًا اُس کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے جا کر کہنے لگا تمہارا شوہر اَیوب کہاں ہے ؟ تمہارا شوہر یہی ہے جو فرش پر لیٹا ہوا ہے، یہ نہ مردہ اور نہ زندہ، اِس کی جوانی، صحت اور دیگر نعمتیں کہاں گئیں، کیا اللہ اِسے چھوڑ چکا ہے ؟ شیطان لعین اِس چال میں کامیاب ہو گیا اور حضرت اَیوب علیہ السلام کی بیوی کے دِل میں مایوسی پیدا کر دی چنانچہ وہ حضرت اَیوب علیہ السلام سے جا کر روتے ہوئے کہنے لگیں :

''آپ کا مال، بچے، دوست واَحباب کہاں گئے اور آپ کی جوانی کو کیا ہوا ؟
اللہ تعالیٰ آپ کو کب تک عذاب میں مبتلا رکھیں گے ؟ ''

حضرت اَیوب علیہ السلام نے جوابًا کہا کہ شیطان نے تمہارے دِل کو ورغلایا ہے مجھے لگتا ہے کہ تم مال ودولت اور اَولاد کے فوت ہونے پر نہیں رو رہی بلکہ تم پر اللہ کی آزمائش ہے، بیوی نے پوچھا : کیا آپ نے اللہ سے مصیبت وغم دُور کرنے کی دُعا نہیں کی ؟ حضرت اَیوب علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ ہمارا کتنا عرصہ فراخی سے گزرا ہے ؟ بیوی نے جواب دیا کہ اَسی سال آرام وسکون سے گزرے ہیں پھر اُنہوں نے پوچھا کہ تنگی ومصیبت میں کتنے سال گزارے ہیں ؟ بیوی نے جواب دیا سات سال، پھر آپ نے فرمایا کہ جو عرصہ آسانی وسہولت کا گزرا ہے اُس کو دیکھتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ میں اللہ سے مصیبت ختم کرنے کا سوال کروں اَلبتہ تمہارا اِیمان کمزور ہو رہا ہے اور تمہارا دِل اللہ کے فیصلوں پر تنگ ہو رہا ہے لہٰذا مجھے قسم ہے اُس ذات کی جو معبودِ واحد ہے اگر میں صحت مند ہو گیا تو تجھے کوڑے ماروں گا اور آج کے بعد تیرے ہاتھ سے کھانا پینا میرے لیے حرام ہے، تم اپنے آپ کو میری نظروں سے ہٹا لو حتی کہ خدا کوئی فیصلہ فرما دے۔

جب حضرت اَیوب علیہ السلام اکیلے رہ گئے اور تکالیف شدت اِختیار کر گئیں اور مرض بڑھ گیا تو اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی ﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ اللہ نے اُن کی دُعا کو قبول فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے پاؤں سے زمین کو رگڑیں تو زمین سے پانی کا چشمہ نکلے گا اُس سے پانی پئیں اور غسل کریں آپ کی بیماری اور کمزوری ختم ہو جائے گی چنانچہ آپ پانی پیتے ہی صحت مند اور طاقتور ہو گئے چونکہ اُن کی بیوی اِنتہائی نرم دِل اور اچھی طبیعت کی مالکہ تھیں اور بیماری کے اَوّل دِن سے اُن کے ساتھ تھیں، اُن سے رہا نہ گیا اور اُن کے پاس آئیں لیکن کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت اَیوب علیہ السلام ایک جوان، صحت مند و تندرست آدمی بن چکے ہیں اُس نے خوش ہو کر آپ کو گلے سے لگا لیا اور اللہ کا شکر اَدا کیا اور اپنے شوہر کی صحت پر سجدہ شکر اَدا کیا کہ اُس کا شوہر ایک لمحہ بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوا اور اللہ کی مبتلا کردہ آزمائش میں صابر رہا۔ ✪ ✪ ✪

خطباتِ حجۃ الوداع

وہ قیمتی اَسباق جنہیں مسلسل یاد رکھنے کی ضرورت ہے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

جیسے جیسے سفرِ حج کی سہولیات بڑھ رہی ہیں اور معاشی اِستحکام میں ترقی ہو رہی ہے، اُسی اِعتبار سے ہر ملک سے عازمینِ حج اور زائرین حرم کی تعداد بھی روز اَفزوں ہے، بظاہر یہ بہت خوشی کی بات ہے اور حرمین مقدسین کی برکات سے فیض یاب ہونے کی دلیل ہے لیکن دُوسری طرف اِس مبارک سفر سے بہرہ ور ہونے والوں کی بڑی اکثریت کا جو حال دیکھنے میں آ رہا ہے وہ ہر فکرمند شخص کے لیے دلی اَذیت اور تشویش کا باعث ہے۔ حج کے سفر کی اصل رُوح یعنی اِظہارِ عشق وفنائیت ناپید ہوتی جا رہی ہے اور اِس کی جگہ نام ونمود، فخر ومباہات، سیر سپاٹا اور تفریح کے جذبات نے لے لی ہے جس کے مظاہر گھر سے لے کر ایئر پورٹ تک اور ایئر پورٹ سے لے کر حرمین شریفین کے اِردگرد بازاروں اور تفریح گاہوں تک جابجا نظر آتے ہیں اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق آ رہی ہے کہ آپ نے اِرشاد فرمایا :

يَأْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَحُجُّ اَغْنِيَاءُ اُمَّتِىْ لِلنُّزْهَةِ وَاَوْسَطُهُمْ لِلتِّجَارَةِ وَقُرَّاءُ هُمْ لِلرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ وَفُقَرَائُهُمْ لِلْمَسْئَلَةِ.[۱]

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میری اُمت کے مالدار لوگ تفریح اور پکنک کے لیے حج کو جائیں گے اور متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کی غرض سے اور قراء (اور علماء) شہرت اور ریا کاری کے لیے اور فقیر لوگ بھیک مانگنے کے لیے حج کا سفر کریں گے۔''

[۱] رواہ الخطیب والدیلمی عن انس ، کشف الخفاء ۲/۳۶۶

گزشتہ چند سالوں میں حرمین شریفین کے اَطراف میں جدید ترین مغربی اَنداز کے تجارتی مراکز اِس تیزی سے تعمیر ہوئے ہیں کہ وہاں جا کر آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں، بڑے بڑے شاپنگ مال، سپر اسٹور اور بین الاقوامی درجہ کے ہر طرح کی سہولیات سے آراستہ و پیراستہ فائیو اسٹار ہوٹلوں کی تعمیر رُکنے کا نام نہیں لے رہی، اِن جگہوں میں جانے سے عبادت اور رُوحانیت کے جذبات قدرتی طور پر مضمحل ہو جاتے ہیں اور مسجدِ حرام اور مسجد نبوی میں رہ کر اَنابت اِلی اللہ، محبتِ خداوندی اور رقتِ قلبی کے جو اَثرات دل پر قائم ہوتے ہیں، وہ حرم سے نکل کر بازاروں کی چمک دمک میں گم ہو جاتے ہیں، آج کل حرم کے اِرد گرد تفریح طبع اور دل بہلانے کے اِتنے اَسباب فراہم کر دیے گئے ہیں کہ وہ جگہیں نعوذ باللہ تفریح گاہوں کا منظر پیش کرتی ہیں، اِن ہی آسائشوں وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر پوری دُنیا سے نہایت مہنگے اور پر تعیش سفر حج کے پیکج دیے جانے لگے ہیں اور بین الاقوامی درجہ کی ٹور کمپنیاں اِس نفع بخش کاروبار میں دخیل ہو گئی ہیں، جو نہ صرف مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے دورانِ قیام تعیش کے تمام اَسباب فراہم کرنے کی ضمانت دیتی ہیں بلکہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں بھی اُن کے اِنتظامات بہت گراں قدر ہوتے ہیں۔

اِس سال ہم لوگ صبح نو بجے کے قریب عرفات کے میدان میں داخل ہوئے تو بعض ممالک کی سیاحتی کمپنیوں کے کیمپوں کو دیکھ کر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ عرفات کا میدان ہے، قالین بچھے ہوئے، جابجا کرسیاں اور صوفے لگے ہوئے، ذائقہ دار مطعومات و مشروبات کا وافر مقدار میں اِنتظام، بھنے ہوئے کبابوں کی خوشبو سے فضا معطر اور اِسی ماحول میں گپ شپ کرتے اِحرام باندھے لوگ، اِسی طرح کے مناظر مہنگے اور پُر تکلف سیاحتی اِداروں کے خیمہ جات میں منیٰ میں بھی نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے ماحول میں وہ طبعی یکسوئی اور دلوں کی نرمی مشکل ہی سے پیدا ہو سکتی ہے جو ایسے مواقع پر مطلوب ہے لیکن جن لوگوں کی نظر میں عبادت سے زیادہ سیر و سیاحت ہی مقصود ہو اُنہیں اِس کی فکر کہاں ؟

اِسی طرح متوسط طبقہ کے جو تاجر حج کو جاتے ہیں اُن کی فکر بھی عبادت سے زیادہ اپنی تجارت کی طرف رہتی ہے، حرمین شریفین میں نماز باجماعت وغیرہ کا اِتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے تجارتی اُمور

کا ہوتا ہے، یہی حال بہت سے نادار لوگوں کا ہے جو قرض اُدھار کر کے کسی طرح حج کو جاتے ہیں اور پھر وہاں خود سراپا سوال بن جاتے ہیں، اگرچہ حکومت کی طرف سے اِس پر کافی روک ٹوک ہے لیکن پھر بھی عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد حرمین شریفین میں اور اِن کے اِردگرد سوال کرتی ہوئی نظر آتی ہے، نیز ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو اگرچہ دینی خدمات اور علم دین سے وابستگی رکھتے ہیں لیکن سفرِ حج سے اُن کا مقصد صرف اپنی شہرت ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں نے اِتنے حج کیے اور فلاں نے اِتنی بار زیارت کی، وغیرہ۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

حرمین شریفین میں تصویر کشی کی وبا :

اور مزید تکلیف کی بات یہ ہے کہ حرمین شریفین میں تصویر کشی اور فوٹو گرافی نہایت عام ہوگئی ہے، بالکل اِسی اَنداز میں عین بیت اللہ شریف کے سامنے مرد اور عورتیں تصویریں کھینچتے اور کھنچواتے ہیں جیسا کہ ''تاج محل'' وغیرہ تفریحی مقامات پر فوٹو گرافی کی جاتی ہے اور جسارت کی اِنتہاء یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں روضۂ اَقدس علی صاحبہا الصلاۃ والسلام پر عین مواجہہ شریف کے سامنے شوقیہ فوٹو کھینچے جارہے ہیں، ایک صاحب نے یہ منظر دیکھ کر بڑے درد کے ساتھ کہا : ''اَفسوس ! جس نبی نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے اُسی کے مزارِ مقدس پر تصویریں لی جارہی ہیں۔''

ایک دن مسجد نبوی میں نماز کے بعد شیخ علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی اِمام وخطیب مسجد نبوی نے حرمِ نبوی میں تصویر کشی کی مذمت پر تقریر کی اور اِسے گناہ قرار دیا لیکن اِس کے بعد بھی اِن مکروہ مناظر میں کوئی کمی دکھائی نہیں دی چونکہ اب کیمرے والے موبائل اور مختصر ترین ڈیجیٹل کیمرے اِس قدر عام ہوگئے ہیں کہ حکومت کے لیے ایسے آلات کے حرمین شریفین میں داخلہ پر پابندی لگانا ممکن نہیں رہا، اِس لیے یہ وباء روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور اِس کی برائی کا اِحساس تک لوگوں کے دلوں سے نکلتا جارہا ہے، وجہ یہی ہے کہ سفرِ حج کی اَصل رُوح یعنی فنائیت اور من چاہی زندگی کے مقابلہ میں خدا چاہی زندگی گزارنے کا جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے۔

حج کا سفر ایک تربیتی سفر ہے :

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو سفر حج کی حیثیت ایک تربیت اور ٹریننگ کورس کی ہے، ہر حاجی گویا کہ شریعت کی طرف سے قائم ہونے والے ایک تربیتی کیمپ میں حصہ لیتا ہے، اِس کیمپ میں ہر شخص کو اپنی اَنانیت ختم کرنے اور زندگی کے ہر گوشہ میں خدائی حکم نافذ کرنے کی تربیت دی جاتی ہے چنانچہ اِحرام شروع ہوتے ہی بہت سی حلال چیزیں بحکم خداوندی ممنوع ہو جاتی ہیں اور تلبیہ کی گردان کر کے محرم یہ اِعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے دل ودماغ سے غیر اللہ کی حاکمیت کے فاسد خیال کو نکال چکا ہے پھر بیت اللہ شریف کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی، منیٰ کی وادی میں حاضری، دیوانہ وار عرفہ کی طرف کوچ، عرفہ میں اِمام کے ساتھ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں اَدائیگی، پھر بارگاہِ رب العزت میں اِلحاح وزاری کے ساتھ فریاد، اِس کے بعد مزدلفہ میں جا کر مغرب کی نماز کی عشاء کے وقت میں اَدائیگی، اور دسویں تاریخ کو رمی جمار کرتے وقت اللہ کی بڑائی کے ساتھ شیطان لعین سے بیزاری کا اِظہار، پھر اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی اور طوافِ زیارت، اِن سب اَعمال ومناسک کا ایک ایک جزو یہ یاد دلاتا ہے کہ ہم اپنے ہر کام میں آزاد نہیں ہیں بلکہ احکم الحاکمین کے اَحکامات کے پابند ہیں، اِسی وجہ سے قرآنِ کریم میں جہاں حج کے مناسک کا ذکر ہے اُس میں تقویٰ اور پرہیز گاری پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔(سورۃ البقرہ : ۱۹۷)

خطباتِ حجۃ الوداع :

اِسی لیے ہمارے آقا ومولیٰ فخر عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد خطبات اِرشاد فرمائے جن میں اُمت کو اَحکامِ شریعت کی پاسداری کرنے کی تلقین فرمائی، آپ کے یہ خطبات اِنسانیت کے لیے اَمن کے منشور کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کے نام لیواؤں کے لیے تاکیدی وصیت کے درجہ میں ہیں جن کے مضامین کو ہر وقت یاد رکھنے اور اُن کا مذاکرہ کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ذیل میں اِن ہی خطبات کے کچھ منتخب حصے پیش کیے جاتے ہیں :

(۱) حقوق العباد کا خیال رکھنے کی تاکید :

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ

'' اے لوگو ! آج کون سا دن ہے ؟ ''

تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ محترم دن ہے (یعنی یوم النحر ہے)

پھر آپ نے پوچھا کہ :'' یہ کون سی جگہ ہے ؟ ''

تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ : یہ بلد حرام ہے (یعنی حرم محترم ہے)

پھر آپ نے سوال فرمایا کہ :'' یہ کون سا مہینہ ہے ؟ ''

تو حاضرین نے جواب دیا کہ : یہ محترم مہینہ (ذی الحجہ) ہے۔

یہ سن کر آپ یوں گویا ہوئے :

فَاِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فَاَعَادَھَا مِرَارًا. (بخاری رقم الحدیث:۱۷۳۸)

''تمہاری جان، مال اور عزت وآبرو ایک دُوسرے پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس مقدس دن، اِس مقدس شہر اور مقدس مہینہ کی حرمت و تعظیم (تم پر واجب ہے) پھر اِسی جملہ کو کئی مرتبہ دہرایا۔''

اور ایک روایت میں اِسی میں یہ بھی اضافہ ہے کہ :

''ہر مسلمان دُوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور کسی بھی شخص کے لیے اُس کے بھائی کا مال حلال نہیں ہے، سوائے اُس مال کے جو اُس نے خوش دلی کے ساتھ اِسے دیا ہو اور تم ایک دُوسرے پر ظلم نہ کرو''۔ (مستدرک حاکم ۱/۱۷۱، حدیث:۳۱۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اِس خطاب سے پہلے یہ فرمایا کہ

''اے لوگو ! میری بات خوب غور سے سنو، اِس لیے کہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ میں

اِس سال کے بعد آئندہ کبھی اِس جگہ تمہارے ساتھ ہوں گا، الخ۔"[۱]

ایک دُوسرے کی حق تلفی دُنیوی فسادات کی سب سے بڑی جڑ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مذکورہ بالا خطبہ میں اِس جڑ کو سرے سے مٹانے کی تاکید فرمائی ہے اور بالخصوص مسلمانوں کو آپس میں جان مال اور عزت وآبرو ہر اِعتبار سے ایک دُوسرے کی خیر خواہی کرنے کی تلقین کی ہے، ہم سب کو ہر وقت یہ نبوی وصیت یاد رکھنی چاہیے۔

(۲) کتاب وسنت پر ثابت قدم رہنے کی وصیت :

حجۃ الوداع میں متعدد مواقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی تلقین فرمائی اور ایک روایت میں یہ بھی اِرشاد فرمایا :

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ . (مستدرك حاکم ۱/۱۷۱ حدیث :۳۱۸، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۲)

"اے لوگو ! میں تمہارے درمیان ایسی (دو) چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اُن پر مضبوطی سے جمے رہے تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے (ایک) اللہ کی کتاب (دُوسرے) اُس کے پیغمبر کی سنت۔"

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ اِرشادِ عالی قیامت تک کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے، اگر اُمت مضبوطی سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ پر جم جائے تو معاشرہ میں رائج تمام بدعات وخرافات اور رسومات کا قلع قمع ہوجائے گا اور اِتفاق واِتحاد کی عطر بیز فضائیں سارے عالم میں چل پڑیں گی۔

(۳) آخرت کی فکر کی تلقین :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد خیف میں خطاب کرتے ہوئے حمد وثنا کے بعد یہ اِرشاد فرمایا :

[۱] الروض الانف ۴/۳۸۳

مَنْ کَانَتِ الْاٰخِرَۃُ ھَمَّہٗ جَمَعَ اللّٰہُ لَہٗ شَمْلَہٗ وَجَعَلَ غِنَاہُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَاَتَتْہُ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ ، وَمَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا ھَمَّہٗ فَرَّقَ اللّٰہُ شَمْلَہٗ وَجَعَلَ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَلَمْ یُؤْتِہٖ مِنَ الدُّنْیَا اِلاَّ مَا کُتِبَ.[1]

''آخرت (کی کامیابی) جس شخص کی فکر بن جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کے معاملات کو مجتمع فرمادیتے ہیں اور اُس کی آنکھوں کے سامنے اُسے غنا عطا فرماتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہوکر اُس کے پاس آتی ہے اور (اِس کے برخلاف) دُنیا کی فکر جس پر غالب ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے معاملات پراگندہ فرمادیتے ہیں اور اُس کی محتاجگی اُس کے سامنے کردیتے ہیں اور اُس کو مقدر سے زیادہ دُنیا نہیں عطا فرماتے۔''

اِس خطاب میں اُمت کے لیے بڑی نصیحت ہے، واقعۃً جو حقیقت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے اِرشاد فرمائی اُس کا مشاہدہ ہر ہر موڑ پر ہوتا رہتا ہے، جو خوش نصیب حضرات فکرِ آخرت کو اپنے اُوپر اوڑھ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے معاملات درست فرماتے ہیں اور اُن کی ضروریات کا غیب سے تکفل فرماتے ہیں جبکہ وہ شخص جو دُنیا کو اپنے اُوپر اوڑھ لے وہ مرتے دم تک چین سے نہیں رہتا اور زیادتی کی حرص وہوس اُس کی زندگی سے سکون کا لفظ حرفِ غلط کی طرح مٹادیتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

(۴) شیطان کے مکروفریب سے بچنے کی تاکید :

آنحضرت ﷺ نے متعدد خطبات میں شیطانِ لعین کے مکروفریب سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اِرشاد فرمایا :

قَدْ یَئِسَ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّعْبَدَ بِاَرْضِکُمْ وَلٰکِنَّہٗ رَضِیَ اَنْ یُّطَاعَ فِیْمَا سِوٰی ذٰلِکَ مِمَّا تَحَاقَرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِکُمْ فَاحْذَرُوْا. (مستدرک حاکم ۱۱/۱۷۱ حدیث : ۳۱۸، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۲)

[1] طبرانی ۱۱/۲۱۲ حدیث : ۱۱۶۹۰، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۳

''شیطان اِس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین (جزیرۃ العرب) میں اُس کی پوجا کی جائے لیکن وہ اِس پر راضی ہے کہ اِس کے علاوہ تمہاری جانب سے کیے جانے والے پست اَعمال (گناہ والے کاموں) میں اُس کی اطاعت کی جائے اِس لیے ہوشیار رہو۔''

نبی اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی آج عالم عرب پر پوری طرح صادق آچکی ہے کہ وہاں شرک اور بت پرستی کے مناظر تو نہیں ہیں لیکن اِس کے علاوہ سینکڑوں ذرائع سے شیطان نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں، ٹیلی ویژن اور اِنٹرنیٹ کے فحش پروگراموں نے نئی نسل پر بدترین اَثر ڈالا ہے، اِس کا تدارک پیغمبر علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کیے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

(۵) جاہلیت کی ہر رسم پیروں تلے دفن :

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو چند اِعلانات فرمائے اُن میں سے ایک اعلان یہ تھا کہ آپ نے جاہلیت کے زمانہ سے چلی آرہی تمام رسومات پر قدغن لگادی خصوصاً خونی اِنتقام کی اور سودخوری کی جو رسمیں نسلاً بعد نسلٍ چل رہی تھیں، اُن کو آپ نے اپنے پیروں تلے دفن فرمادیا، اِس کا اعلان آپ نے اِس طرح فرمایا :

اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاھِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ کَانَ مُسْتَرْضَعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَیْلٌ وَرِبَاءُ الْجَاھِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُهٗ مِنْ رِبَانَا رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّهٗ. (مسلم ۱/۳۹۷، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۳)

''خبردار ! جاہلیت کی ہر رسم (آج) میرے قدموں تلے روندی جارہی ہے، زمانۂ جاہلیت کے سب خون رائیگاں ہیں اور میں اپنے خاندان کے خونوں میں سب سے پہلے ربیعہ بن الحارث کے دُودھ پیتے بچے جو قبیلہ بنوسعد میں پرورش پاتا تھا جسے قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے قتل کرڈالا تھا، کے خون کے ہدر ہونے کا اعلان کرتا ہوں، اور

زمانۂ جاہلیت کے سب سود کالعدم ہیں اور میں سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کی معافی کا اعلان کرتا ہوں وہ سب معاف ہیں۔''

اِس اعلان میں خاص بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے رسموں کو مٹانے کا آغاز خود اپنے خاندان سے کیا کیونکہ اِس کے بغیر یہ اعلان اِتنا مؤثر نہ ہو پاتا اور اِس طرزِ عمل سے آپ نے اُمت کو یہ ہدایت دی کہ ایسے سبھی مواقع پر داعی کو اوروں سے پہلے اِیثار کا نمونہ پیش کرنا چاہیے تاکہ دعوت اور اِصلاح کا عمل زیادہ مؤثر ہو سکے۔

(۶) قتل و غارت گری سے بچنے کی تلقین :

حضرت اَبوحرہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میں اَیامِ تشریق کے درمیانی دن (یعنی بارہویں تاریخ کو) جبکہ پیغمبر علیہ السلام لوگوں کو اَلوداع کہہ رہے تھے، میں آپ کی اُونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے تھا تو آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا (اُس خطاب کا ایک جزو یہ بھی تھا)

اَلَا ! لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَّعْبُدَہُ الْمُصَلُّوْنَ وَلٰکِنَّہٗ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَکُمْ. (مُسند اَحمد ۵/۷۲ ، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۷)

''خبردار ! میرے بعد کافروں جیسے کام کرنے والے مت بن جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں کاٹے، اچھی طرح سن لو ! شیطان اِس بات سے مایوس ہے کہ نماز پڑھنے والے اُس کی پوجا کریں لیکن وہ تمہارے درمیان دُشمنیاں اُبھارنے میں لگا ہوا ہے۔''

اِس اُمت کا سب سے بڑا اَلمیہ آپسی اِختلاف اور اِنتشار ہے جس کی بنا پر کتنی قیمتی جانیں اپنے ہی ہم مذہبوں کے ہاتھوں ضائع ہوچکی ہیں اور ہو رہی ہیں، یہ قتل و غارت گری اِسلام جیسے اَمن پسند مذہب کی تعلیمات کے قطعاً خلاف ہے، مگر برا ہو حرص و آز، ہوس اِقتدار اور بغض و عناد کا جس نے شفقت و رحمت اور نصیحت و خیر خواہی کے جذبات کا بالکل خاتمہ کر رکھا ہے۔

(۷) خواتین کی حرمت کا خیال :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع سے متعلق طویل حدیث میں عرفات کے میدان میں آنحضرت ﷺ کے خطبہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے خواتین کے حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق آپ کے یہ بلند پایہ کلمات بھی نقل فرمائے ہیں جو پُرسکون اَزدواجی زندگی کی ضمانت کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ نے اِرشاد فرمایا:

اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ اَحَدًا تَكْرَهُوْنَهٗ فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (مسلم شریف ۱/۳۹۷ ، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۳-۴۰۴)

''اِس لیے کہ تم نے اُن پر اللہ کے اَمان کے ذریعہ قابو پایا ہے اور اللہ کے حکم سے (اِیجاب وقبول کے ذریعہ) اُن سے جسمانی تعلق کو اپنے لیے حلال کیا ہے، تمہارا اُن پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے لوگوں کو نہ بیٹھنے دیں جن کا آنا تمہیں ناپسند ہو، اگر وہ خلاف ورزی کریں تو اُنہیں ہلکی پھلکی تنبیہ کرو اور اُن کا تمہارے اُوپر حق یہ ہے کہ تم معروف طریقہ پر اُن کے نان نفقہ اور لباس کا اِنتظام کرو۔''

واقعہ یہ ہے کہ معاشرتی زندگی کے لیے درج بالا ہدایات سے بہتر کوئی ہدایت نہیں ہوسکتی، اِس میں جہاں عورتوں کے حقوق اور اُن کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں، وہیں مردوں کو بھی اُن کی ذمہ داریوں کا اِحساس دلایا گیا ہے۔ اگر اِن ہدایات کی پابندی فریقین کریں تو کبھی بھی نزاع کی نوبت نہ آئے اور آپس میں اُلفت ومحبت ہمیشہ اُستوار رہے اور خاندانی نظام میں کبھی رخنہ پیدا نہ ہو اور اگر اِس کی خلاف ورزی کی جائے گی جیسا کہ نئے معاشرہ میں رواج ہے تو کبھی بھی ذہنی سکون میسر نہ آسکے گا۔

(۸) حکام کی سمع واِطاعت کی تلقین :

حضرت اُم حصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع

میں شرکت کی سعادت حاصل کی تو میں نے دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور حضرت اُسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ہیں، اُن میں سے ایک نے آپ کی اُونٹنی کی لگام پکڑ رکھی ہے اور دُوسرے نے گرمی سے بچانے کے لیے اپنے کپڑے سے آپ پر سایہ کر رکھا ہے، تا آنکہ آپ نے جمرۂ عقبہ کی رمی فرمائی، اُم حصین فرماتی ہیں کہ اُس دن آپ نے بہت سی باتیں بیان فرمائیں اور میں نے آپ کو یہ اِرشاد فرماتے ہوئے سنا :

اِنْ اُمِّرَ بِکُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ حَسِبْتُھَا قَالَتْ: اَسْوَدُ، یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْا. (مسلم شریف ۱/۴۱۹ ، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۵)

''اگر تم پر کسی نکٹے کالے شخص (یعنی بدصورت اور کم رُتبہ شخص) کو اَمیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کی روشنی میں تمہاری قیادت کرے تو تم اُس کی تابع داری کرنا۔''

اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے مسجد خیف میں تقریر کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: (۱) خالص اللہ کے لیے عمل کرنا (۲) مسلمان حکمرانوں کے ساتھ خیرخواہی کا جذبہ رکھنا (۳) عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ رہنا (اِختلاف اور اِفتراق نہ کرنا)۔ (اِبن ماجہ ص ۲۱۹، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۳)

یہ ہدایت بھی نہایت اہم ہے چونکہ صاحب اِقتدار سے بغاوت بہت بڑے فتنہ کا باعث بن جاتی ہے اِس لیے عافیت کا راستہ یہی ہے کہ آدمی اپنا ذاتی نقصان برداشت کرلے لیکن اُمت کی اِجتماعیت میں فرق نہ آنے دے۔

(۹) حقیقی مساوات کا اعلان :

نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں بارہویں ذی الحجہ کو منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے یہ الفاظ بھی اِرشاد فرمائے :

یٰاَیُّھَا النَّاسُ ! اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا

بِالتَّقْوٰی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. (الترغیب والترہیب حدیث:۴۳۷۱ ، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۸)

''اے لوگو ! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تم سب کے والد بھی ایک ہیں (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) خبردار رہو ! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر تقویٰ کے علاوہ کسی اِعتبار سے فضیلت حاصل نہیں ہے، بے شک تم میں سب سے باعزت شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔''

خطبہ کے یہ بلیغ الفاظ اِنسانی مساوات کے سلسلہ میں اِسلامی نظریہ کی وضاحت کے لیے کافی ہیں، اِسلام میں شرافت کا اصل معیار رنگت، نسل، علاقائیت یا خاندان نہیں ہے بلکہ معیارِ شرافت اِیمان، عملِ صالح، تقویٰ اور اَخلاقِ فاضلہ ہیں اور طبقاتی کشمکش جو دُنیا میں رائج ہے وہ اِسلام کے تصورِ مساوات سے بالکل جداگانہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نسب وحسب کی بنیاد پر تفاخر سے بھی منع فرمایا ہے اور نسب کو بنیاد بنا کر کسی فرد یا قوم کو مطعون کرنے کو بھی نہایت ناپسندیدہ اور جاہلیت والا عمل قرار دیا ہے اِس لیے ہر مسلمان کو ہر ایسی جہالت والے نظریات سے اپنے کو بچانا ضروری ہے۔

(۱۰) متفرق ہدایات :

نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں جو خطبات دیے اُن میں حضرت اَبواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ کلمات بھی منقول ہیں جن کا ہر ہر لفظ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے :

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ، وَمَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ التَّابِعَةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ لَا تُنْفِقِ امْرَأَةٌ مِنْ بَیْتِھَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِھَا، فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الطَّعَامُ قَالَ: ذَاکَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلْعَارِیَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ

وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ. (مُسند اَحمد ۵/۲۶۷، ترمذی شریف ۱/۲۳۹، ابو داؤد ۲/۵۰۲، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۵)

''اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اُس کا حق دے دیا ہے لٰہذا وارث کے حق میں وصیت کا اِعتبار نہیں ہے اور بچہ کا نسب شوہر ہی سے ثابت ہوگا اور زنا کار کو محض ڈلا ملے گا (یعنی شوہر والی عورت اگر زنا کی مرتکب ہو تو اِس عمل سے پیدا ہونے والا بچہ زانی کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ جائز شوہر کی طرف منسوب ہوگا) اور اُن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے (یعنی برے عمل کی سزا کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے) اور جو شخص اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کا مدعی ہو یا کوئی غلام اپنے مولیٰ کے علاوہ دُوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے تو اُس پر تا قیامت اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور کوئی عورت اپنے شوہر کی (صراحۃً یا دلالۃً) اِجازت کے بغیر گھر کا کوئی سامان خرچ نہ کرے، عرض کیا گیا کہ عورت کسی کو کھانا بھی نہ دے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا ہمارے قیمتی مالوں میں سے ہے، پھر آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا عاریت کا سامان مالک کو لوٹایا جائے گا، اور دُودھ والا جانور (جو کسی شخص کو دُودھ پینے کے لیے عاریۃً دیا گیا ہو) اُسے مالک کو واپس کرنا پڑے گا اور قرض مالک کو اَدا کیا جائے گا اور کفالت لینے والا ضامن ہے۔''

(۱۱) تبلیغ دین کی تلقین :

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے جو خطبات اِرشاد فرمائے اُن میں آخر میں اِس بات کی اہتمام کے ساتھ تلقین کی کہ جنہوں نے دین کی باتیں سنی ہیں وہ غائب حضرات کو پہنچا دیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد خیف میں خطبہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا :

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَعَمِدَ بِهَا يُحَدِّثُ بِهَا اَخَاهُ. (کنز العمال ، حیاۃ الصحابہ ۳/۴۰۳)

''اللہ تعالیٰ اُس شخص کا چہرہ روشن فرمائیں جو میری کسی بات کو سن کر اُسے اپنے کسی بھائی کو سنانے کا اِرادہ کرے۔''

اور بعض دیگر روایات میں یہ الفاظ ہے :اَلَا ! فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ خبردار ! حاضر شخص غائب تک یہ باتیں پہنچادیں۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی الحجہ کی بارہ تاریخ کو منیٰ میں آپ پر سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی جس سے آپ ﷺ نے اَندازہ لگالیا کہ اب آپ کے دُنیا سے پردہ فرمانے کا وقت قریب ہے اِس لیے آپ نے اہتمام کے ساتھ اُمت کو خطاب کیا اور آخر میں فرمایا کہ : حاضرین غیر موجودین کو یہ باتیں پہنچادیں کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔'' (اَلبدایہ والنہایہ، حیاۃ الصحابہ ۳/ ۴۰۷)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے خطبہ کے آخر میں آپ نے حاضرین صحابہ سے پوچھا کہ : ''قیامت میں تم سے جب میرے بارے میں سوال ہوگا تو تم کیا کہوگے ؟ '' تو سب نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (اللہ کا پیغام بلا کم وکاست) ہم تک پہنچایا اور (آپ نے اُمت کے ساتھ) خیر خواہی کا معاملہ فرمایا اور آپ نے (اَمانت خداوندی بحسن وخوبی) اَدا فرمائی، یہ سن کر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگوں کی طرف اِشارہ کیا اور تین مرتبہ یہ جملہ اِرشاد فرمایا : اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ)۔(مسلم شریف ۱/ ۳۹۷، حیاۃ الصحابہ ۳/ ۴۰۴)

خدارا ! مجھے قیامت میں رُسوا مت کرنا :

سنن اِبن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں جو خطاب فرمایا اُس کے آخر میں یہ رونگٹے کھڑے کردینے والے الفاظ بھی تھے :

اَلَا وَاِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَاُکَاثِرُ بِکُمُ الْاُمَمَ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْھِیْ، اَلَا وَاِنِّیْ مُسْتَنْقِذٌ اُنَاسًا وَمُسْتَنْقِذٌ مِنِّیْ اُنَاسٌ فَاَقُوْلُ : یَا رَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیَقُوْلُ:اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ. (سُنن اِبن ماجه ۲۱۹ کتاب المناسك حدیث:۳۰۵۷)

''خبردار رہو ! میں حوضِ کوثر پر تمہارا منتظر رہوں گا اور تمہارے ذریعہ سے دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا اِس لیے تم (بدعملی کرکے) میرا چہرہ سیاہ مت کرنا (یعنی مجھے رُسوا مت کرنا) کان کھول کر سن لو ! کہ حوضِ کوثر پر میں کچھ لوگوں کو چھاٹوں گا اور کچھ لوگ مجھ سے الگ کیے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ اے رب ! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ کو نہیں معلوم کہ اِنہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے کام کیے ہیں (یعنی بدعات اور بدعملی میں مبتلا رہے اِس لیے یہ جامِ کوثر پینے کے لائق نہیں)۔''

درج بالا کلمات اِس قدر پُر اَثر ہیں کہ اِن کو پڑھ لینے کے بعد کوئی بھی صاحب اِیمان اور محبِّ رسول ایسا کام کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا جس سے آخرت میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے شرمسار ہونا پڑے بالخصوص پیغمبر علیہ السلام کا یہ اِرشاد کہ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْھِیْ (کہ قیامت میں مجھے رُسوا مت کرنا) ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے کیونکہ اگر ایک طرف آپ اپنی اُمت کے نیک لوگوں کے ذریعہ دُوسری اُمتوں پر فخر فرمائیں گے تو اگر اُمت میں ایسے بدعمل اَفراد زیادہ پائے جائیں جو فخر کے قابل نہ ہوں تو یقیناً پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو سخت تکلیف ہوگی۔ (مستفاد: حاشیہ سندھی علی سنن اِبن ماجہ طبع بیروت ۷۰۴)

ہمارا فرض :

خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے درج بالا گراں قدر اِرشادات پوری اُمت کی دینی و دُنیوی فلاح کی ضمانت ہیں جن کا ہر لفظ ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے لیکن جو حضرات سفرحج کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں اُنہیں خصوصیت کے ساتھ قدم قدم پر یہ اِرشادات پیش نظر رکھنے چاہئیں بلکہ اُنہیں

تا زندگی عمل میں لانے کا عہد کر لینا چاہیے، یہی چیز اصل میں حج کی رُوح ہے۔علماء ومشائخ نے لکھا ہے کہ حجِ مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج آدمی کی زندگی میں دینی اِنقلاب کا ذریعہ بن جائے کہ اگر پہلے حقوق اللہ یا حقوق العباد میں کسی کوتاہی میں مبتلا تھا تو حج کے بعد اُس سے یکسر تائب ہوجائے، اگر خدانخواستہ کسی کی طرف سے کینہ، حسد یا بغض وعداوت دل میں تھی تو حج کے بعد اُس کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوجائے، اگر بے نمازی تھا تو نمازی بن جائے، اگر سنتوں کی خلاف ورزی کرتا تھا تو حج کے بعد خلاف ورزی چھوڑ دے، وغیرہ وغیرہ۔

یہی وہ کسوٹی اور معیار ہے جس کی روشنی میں ہر عازمِ حج اپنے حج کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کا اَندازہ لگا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ سبھی عازمینِ حج کو قبولیت سے سرفراز فرمائیں اور اُمت کے ہر فرد کو کتاب وسنت سے وابستہ رہ کر اُن پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔(ندائے شاہی فروری ۲۰۰۸ء)

۞ ۞ ۞

وفیات

۸/ اگست کو حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد کلاچی صوبہ خیبر پختونخواہ میں اِنتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور اُن کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۹/ اگست کو اَلحاج یوسف خان صاحب لغاری طویل علالت کے بعد صادق آباد میں وفات پا گئے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۲۷/ اگست کو جمعیۃ علماءِ اسلام تحصیل رائیونڈ کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد یوسف جام صاحب کے والد گرامی وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

بکری کی قربانی میں شرکت کا مسئلہ

﴿ حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب، شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا ﴾

بکری کی قربانی صرف ایک آدمی کے طرف سے ہوسکتی ہے یا اِس میں متعدد حصے دار شریک ہو سکتے ہیں ؟

اِس سلسلہ میں اِمام اَعظم اَبوحنیفہؒ اور دیگر تمام حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایک بکری صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے اِس میں متعدد لوگ شریک نہیں ہو سکتے چنانچہ بدائع الصنائع ج ۴ ص ۲۰۶ فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۲۰۴ میں لکھا ہے یَجِبُ اَنْ یُّعْلَمَ اَنَّ الشَّاۃَ لَا تُجْزِئُ اِلَّا عَنْ وَّاحِدٍ اِس بات کا جاننا ضروری ہے کہ بکری کی قربانی صرف ایک آدمی کے طرف سے ہوسکتی ہے لیکن منکرینِ فقہ یعنی غیر مقلدین کے نزدیک اِس میں متعدد آدمی شریک ہو سکتے ہیں، پھر کمال یہ ہے کہ اِن کے نزدیک اُونٹ میں سات یا دس آدمی، گائے بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جبکہ بکری میں ایک گھر کے جتنے اَفراد بھی ہوں وہ سارے شریک ہو سکتے ہیں مثلاً ایک گھر کے سو یا سو سے بھی زیادہ اَفراد ہوں اور اُن میں سے ہر ایک پر قربانی واجب ہو تو سب کی طرف سے ایک بکری کافی ہے چنانچہ فتاوی علماءِ حدیث ج ۱۳ ص ۱۱۳ میں لکھا ہے :

''حق یہ ہے کہ گھر کے اَفراد سو سے زیادہ ہوں تو بھی ایک بکری اُن سب کے لیے کافی ہے۔''

منشأ اِختلاف :

اِس اِختلاف کی وجہ اور اِس کی بنیاد ایک حدیث کے مفہوم و مطلب میں اِختلاف ہے، وہ حدیث یہ ہے :

عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ یَقُوْلُ سَأَلْتُ اَبَا اَیُّوْبَ کَیْفَ کَانَتِ الضَّحَایَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ کَانَ الرَّجُلُ یُضَحِّیْ بِالشَّاۃِ عَنْہُ وَعَنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ فَیَاْکُلُوْنَ وَیُطْعِمُوْنَ حَتّٰی تَبَاھَی النَّاسُ فَصَارَتْ کَمَا تَرٰی (جامع ترمذی ج ا ص ۲۷۶)

عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں میں نے حضرت اَبو اَیوب اَنصاریؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کیسے ہوتی تھی ؟ حضرت اَبو اَیوب اَنصاریؓ نے جواب دیا کہ ایک آدمی اپنی طرف سے اور اپنے سب گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتا تھا بس وہ خود کھاتے اور دُوسروں کو کھلاتے حتی کہ لوگوں نے ایک دُوسرے پر فخر کرنا شروع کر دیا سو صورتِ حال وہ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی اَب اُنہوں نے دُوسروں پر برتری ظاہر کرنے کے لیے اور بطورِ فخر کے ایک سے زیادہ بکریوں کی قربانی شروع کر دی ہے)۔

اِس حدیث کا مفہوم و مطلب کیا ہے ؟ اِس سلسلہ میں ایک رائے غیر مقلدین کی ہے دُوسری رائے اِمام اَعظم اور دیگر اَحناف حضرات کی ہے۔

غیر مقلدین کی رائے کے مطابق اِس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنی بکری کی قربانی میں اپنے گھر کے تمام لوگوں کو شریک کیا اور وہ بکری سب کی طرف سے کافی ہوگئی۔ اپنے اِس فہمیدہ مفہوم پر بنیاد رکھ کر اُنہوں نے مسئلہ یہ بتایا کہ اگر گھر کے اَفراد سو سے بھی زیادہ ہوں تو اُن سب کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کافی ہے جیسا کہ ایک گائے سات آدمیوں کے طرف سے کافی ہوتی ہے اور سات آدمی ایک گائے میں شریک ہو سکتے ہیں اور اِس سے ساتوں کا واجب اَدا ہو جاتا ہے اِسی طرح بکری میں بھی گھر کے تمام اَفراد خواہ جتنے بھی ہوں سب شریک ہو سکتے ہیں اور اِس ایک بکری سے سب کا واجب اَدا ہو جاتا ہے۔

جبکہ حدیثِ بالا کے مفہوم کے بارے میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے قربانی

اپنی طرف سے کی لیکن قربانی کے ثواب میں سب گھر والوں کو شریک کیا اِس لیے اَحناف کہتے ہیں کہ اگر گھر کے اَفراد متعدد ہوں مگر قربانی اُن میں سے ایک پر واجب ہے تو بکری کی قربانی وہی کرے گا جس پر قربانی واجب ہے اور وہ قربانی اُسی کی جانب سے ہوگی، اِس قربانی میں گھر کا کوئی دُوسرا فرد خواہ قربانی اُس پر واجب ہو یا نہ ہو وہ بکری کی اِس واجب قربانی میں شریک نہیں ہوسکتا، اگر بکری میں شرکت کریں گے تو کسی کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوگی، ہاں اَلبتہ قربانی کے ثواب میں گھر کے دُوسرے اَفراد بھی شریک ہوسکتے ہیں جس کی تین صورتیں ہیں :

(۱) قربانی کرنے والا شخص اپنی قربانی کے ثواب کا دُوسرے اَفرادِ خانہ کو ہدیہ کرکے اُن کو ثواب میں شریک کرنے کی نیت کرلے اِسی کو اِیصالِ ثواب کہا جاتا ہے، اِس سے اُس کے اپنے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ اُس کو قربانی کا ثواب بھی پورا پورا ملے گا اور دُوسرے اَفراد کو ثواب میں شریک کرنے کا ثواب بھی ملے گا۔

(۲) قربانی کے جانور کی جب سب اَفرادِ خانہ خدمت کریں گے تو اُن کو اِس خدمت کا ثواب بھی ملے گا تو اِس لحاظ سے بھی وہ قربانی کے ثواب میں شریک ہوگئے۔

(۳) وہ قربانی پر دِل و جان سے راضی ہیں اور قربانی ہوجانے کے بعد گوشت بنانے تقسیم کرنے میں اور غرباء و مساکین، عزیز و اَقارب اور دوست و اَحباب تک پہنچانے میں شریک ہوں گے تو اِس رضاءِ قلبی اور اِس تعاون کی وجہ سے بھی سب اَفرادِ خانہ قربانی کے ثواب میں شریک ہوں گے، بس رسول اللہ ﷺ کے اپنے اور اپنے تمام اَفرادِ خانہ کی طرف سے قربانی کا کرنے کا مطلب ہے ''اُن کو قربانی کے ثواب میں شریک کرنا'' چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں :

هٰذَا لَا يَدُلُّ عَلٰى وُقُوْعِهٖ مِنَ اثْنَيْنِ بَلْ هٰذَا هِبَةُ ثَوَابِهَا (بنایہ شرح ھدایہ ۱۴/۳۵۳ و بذل المجھود ۴/ ۷۵)

اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قربانی دو آدمیوں کی طرف سے ہوئی ہے بلکہ اِس سے

قربانی کے ثواب کا ہدیہ کرنا مراد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنی اُمت کی طرف سے ایک مینڈھے کی قربانی کی، علامہ کاسانیؒ اِس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں :

اِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ لِاَجْلِ الثَّوَابِ وَهُوَ اَنَّهٗ جَعَلَ ثَوَابَ تَضْحِيَتِهٖ بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ لِاُمَّتِهٖ لَا لِلْاِجْزَاءِ وَسُقُوْطِ التَّعَبُّدِ عَنْهُمْ .[1]

نبی پاک ﷺ نے ایسا محض ثواب کی خاطر کیا ہے یعنی آپ ﷺ نے اپنے ایک مینڈھے کی قربانی کا ثواب اپنی اُمت کے لیے ہدیہ کر کے اُس کو ثواب میں شریک کیا ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ پوری اُمت کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کافی ہے اور وہ اِس ایک بکری کی وجہ سے قربانی کے حکم سے بری الذمہ ہو گئے۔

مفہومِ حدیث کے متعلق دونوں آراء کا تجزیہ :

زیرِ بحث حدیث کے مفہوم کے متعلق ایک رائے غیر مقلدین کی ہے دُوسری طرف اَحناف کی، ہر ایک کی رائے پر مبنی دونوں مفہوم آپ حضرات ملاحظہ کر چکے، ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ غیر مقلدین کا بیان کردہ مفہوم غلط اور اَحناف کا بیان کردہ مفہوم صحیح ہے، اِس دعوی پر ذیل میں دلائل ملاحظہ کیجیے :

دلیل نمبر ا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کی ٹانگیں اور پہلو سیاہ تھے، آنکھوں کے اِرد گرد بھی سیاہ حلقے تھے چنانچہ وہ قربانی کے لیے لایا گیا، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا چھری پتھر پر تیز کر کے لے آؤ پھر آپ نے چھری پکڑی اور مینڈھے کو لٹا کر قربانی کے لیے اُس کو ذبح کیا اور یہ دُعا فرمائی :

---

[1] بدائع الصنائع ج۴ ص ۲۰۶

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۶)

اے اللہ ! اِس قربانی کو محمد (ﷺ) اور آلِ محمد اور اُمتِ محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔

نبی پاک ﷺ نے یہ قربانی اپنی طرف سے اور آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے کی تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی والے شرعی حکم کو پورا کرنے اور شرعی حکم کی اَدائیگی کے لحاظ سے یہ قربانی صرف نبی ﷺ کی طرف سے تھی لیکن آپ نے اِس قربانی کا ثواب آلِ محمد اور اُمتِ محمد کو ہدیہ کر کے اُن کو بھی قربانی کے ثواب میں شریک کیا ہے اور غیر مقلدین والا مفہوم لیا جائے تو حدیث کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اِس ایک مینڈھے کی قربانی میں آلِ محمد اور پوری اُمتِ محمد یہ گائے کے سات حصہ داروں کی طرح حصہ دار تھی اور اِس ایک مینڈے کی قربانی سے پوری اُمت کا قربانی والا حکم اَدا ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ اِس کے بعد پھر اُمت کو قربانی کا حکم کیوں ہے ؟

نیز اِس حدیث کو ملحوظ رکھا جائے تو غیر مقلدین کے نظریہ اور اُن کی رائے کا تقاضا یہ ہے کہ ایک بکری کی قربانی پوری اُمت کی طرف سے کافی ہو جانی چاہیے جبکہ وہ اِس کے قائل نہیں ہیں۔

اِس لیے ہم کہتے ہیں کہ اِس حدیث میں اور اِس جیسی دُوسری حدیثوں میں اہلِ بیت، آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے قربانی کا مطلب قربانی میں شریک کرنا نہیں جیسا کہ اُونٹ، گائے اور بھینس کی قربانی میں مختلف حصہ دار شریک ہوتے ہیں بلکہ قربانی کے ثواب میں شریک کرنا مراد ہے اور ثواب میں پوری اُمت کو شریک کیا جا سکتا ہے، اِسی طرح اپنی طرف سے اور اپنے اہلِ بیت کی طرف سے قربانی والی حدیث میں بھی ثواب میں شریک کرنا مراد ہے۔

دلیل نمبر ۲ :

حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَةٌ وَّلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا (سُنن ابن ماجہ ص ۲۲۶)

جو شخص قربانی کی اِستطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

اِس حدیث کے ظاہری عموم سے معلوم ہوا کہ جتنے لوگ بھی صاحبِ اِستطاعت ہیں خواہ وہ ایک گھر کے ہوں یا مختلف گھروں سے تعلق رکھتے ہوں اُن سب پر قربانی لازم ہے اور اُن میں سے ہر ایک پر اَلگ اَلگ قربانی کرنا ضروری ہے جبکہ غیر مقلدین نے جو حدیث کی تشریح کی ہے اُس کے مطابق پورے گھر میں سے ایک آدمی ایک بکری کی قربانی میں سب اَفرادِ خانہ کو شریک کرنے کی نیت کرلے تو سب کے لیے ایک بکری کافی ہے لیکن حدیث کا یہ معنی اور یہ مسئلہ مذکورہ بالا دلیل کے خلاف ہے کیونکہ اِس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ بھی صاحب اِستطاعت ہیں اُن میں سے ہر ایک پر قربانی لازم ہے اور اُن میں سے ہر ایک قربانی کرے اِس لیے غیر مقلدین کی تشریح اور اِس کی بنیاد پر بکری کی قربانی میں مختلف لوگوں کی شرکت والا مسئلہ غلط ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے اُمت کی طرف سے ایک مینڈھے کی قربانی کی تو غیر مقلدین کے نظریہ کے مطابق پوری اُمت اِس مینڈھے کی قربانی میں شریک ہوگئی اور جیسے گائے میں سات آدمیوں کے شریک ہونے سے اور غیر مقلدین کے نزدیک گھر کے سو سے زیادہ آدمیوں کے ایک بکری میں شریک ہونے سے سب کی قربانی اَدا ہوجاتی ہے اِسی طرح مینڈھے میں پوری اُمت کی شرکت سے اُمتِ محمدیہ کے ہر ہر فرد کی قربانی اَدا ہوگئی تو اِتنی سخت وعید سنانے کا کیا مطلب ؟ کہ جو آدمی اِستطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے اور اگر اَحناف کی رائے کے مطابق اِس شرکت سے شرکت فی الثواب مراد ہو تو قربانی کے ثواب میں شریک سے قربانی والا واجب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا اِس لیے اِس صورت میں صاحب اِستطاعت کے قربانی نہ کرنے پر مذکورہ بالا حدیث میں وعید برمحل ہے۔

دلیل نمبر۳ :

حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِاَنْ یُّضَحِّیَ فَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَحْضُرَنَّ مُصَلَّانَا.[۱]

کہ جو آدمی قربانی کرنے کی اِستطاعت رکھتا ہے پھر بھی وہ قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔

غیر مقلدین کے بیان کردہ مفہومِ حدیث کے مطابق ایک گھر کے سو بلکہ اِس سے بھی زیادہ آدمی شریک ہو سکتے ہیں تو اِس طرح ہر آدمی بڑی آسانی سے قربانی کر سکتا ہے تو حدیثِ پاک میں اِستطاعت کی شرط لگانے کی کیا ضرورت ہے ؟ پس اِس لیے زیرِ بحث حدیث کا مطلب وہ نہیں لیا جائے گا جو غیر مقلدین نے اپنی رائے سے سمجھا ہے یعنی گائے کی قربانی میں شرکت کی طرح بکری کی قربانی میں شریک ہونا اور ایک بکری کی قربانی سے سب کی قربانی کا اَدا ہو جانا بلکہ اِس سے قربانی کے ثواب میں شریک کرنا مراد ہے۔

دلیل نمبر۴ :

حضرت عائشہؓ اور حضرت اَبو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کا قربانی کرنے کا اِرادہ ہوتا تو آپ ﷺ موٹے تازے اور سینگوں اور سیاہ سفید رنگ والے بڑی جسامت کے دو خصی مینڈھے خریدتے۔

فَذَبَحَ اَحَدَھُمَا عَنْ اُمَّتِہٖ لِمَنْ شَھِدَ لِلّٰہِ بِالتَّوْحِیْدِ وَشَھِدَ لَہٗ بِالْبَلَاغِ وَذَبَحَ الْاٰخَرَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّعَنْ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ (سُنن ابن ماجه ص ۲۲۶)

اور اُن میں سے ایک کو اپنی اُمت کے اُن لوگوں کی طرف سے ذبح کیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی پاک ﷺ کے اَحکامِ شرع پہنچانے پر گواہی دی ہے اور دُوسرے کو محمد اور آلِ محمد کی طرف سے ذبح کیا۔

---

[۱] سنن بیھقی ج۹ ص ۲۶۰

پس اگر محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کی طرف سے ذبح کرنے میں سب آلِ محمد کی ایک بکری کی قربانی میں شرکت مراد ہے جس کی وجہ سے آلِ محمد کے سب اَفراد کی قربانی اَدا ہوگئی تو حدیث کے پہلے حصے میں بھی یہی معنی ہوگا کہ آپ نے ایک مینڈھے کی قربانی میں پوری اُمت کو شریک کیا اور ایک مینڈھے میں پوری اُمت کے شریک ہونے سے اُمت کے کروڑوں اَفراد کی قربانی اَدا ہوگئی۔ لہٰذا غیر مقلدین کی رائے اور اُن کے اِختیار کردہ مفہوم کے مطابق ایک بکری پوری اُمت کی طرف سے کافی ہوجائے گی اور ایک بکری میں پوری اُمت کو شریک کرنے سے سب کی قربانی اَدا ہوجائے گی۔

اور اگر حدیث کے اَوّل حصہ میں یہ مفہوم نہیں لیا جا سکتا تو دُوسرے حصہ میں بھی مفہوم نہیں لینا چاہیے کیونکہ حدیث کے دونوں حصوں کا اسلوبِ بیان اور مفہوم ایک ہے جبکہ حنفیہ کا بیان کردہ مفہوم حدیث کے دونوں حصوں میں درست ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مینڈھے کی قربانی کا ثواب اُمتِ محمدیہ کے لیے ہبہ کر کے ساری اُمت کو قربانی کے ثواب میں شریک کیا پھر دُوسرے مینڈھے کی قربانی کا ثواب آلِ محمد کے لیے ہبہ کر کے آلِ محمد کو ثواب میں شریک کیا۔

دلیل نمبر ۵ :

حنش رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (بعد از وفات رسول ﷺ) دو مینڈھوں کی قربانی کر رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں، سو ایک قربانی میں آپ ﷺ کی طرف سے کرتا ہوں۔ (سنن اَبی داؤد ج ۲ ص ۲۹ باب الاضحیہ عن المیت)

اگر مذکورہ بالا زیرِ بحث حدیث کا مفہوم وہ ہے جو غیر مقلدین نے اپنی رائے سے متعین کر رکھا ہے اور اُس کی بنیاد پر یہ مسئلہ بتاتے ہیں کہ ایک بکری کی قربانی میں گھر کے سب اَفراد شریک ہو سکتے ہیں خواہ وہ سو سے زیادہ ہوں اور اُس ایک بکری کی قربانی سے سب کا قربانی والا حکم پورا ہو جاتا ہے اور وہ

سب کے سب اِس حکمِ شرعی سے بری الذمہ ہوجاتے ہیں تو اِس صورت میں حضرت علیؓ کی حدیث کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ حضرت علیؓ نے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کی اِس سے رسول اللہ ﷺ کے ذمہ جو قربانی تھی وہ قربانی والا حکم پورا ہوگیا اور آپ کی طرف سے قربانی اَدا ہوگئی حالانکہ موت کے بعد آدمی کسی عمل کا مکلّف ہی نہیں رہتا۔

اِس لیے ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرکے اُس قربانی کا ثواب رسول اللہ ﷺ کے لیے ہدیہ کرکے آپ کی طرف ثواب پہنچایا اور ثواب پہنچا کر قربانی کے ثواب میں شریک کیا، پس اِسی طرح آپ ﷺ کے اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ قربانی کے ثواب کا اپنے گھر والوں کے لیے ہدیہ کرکے اُن کو ثواب میں شریک کیا اور اِس طرح ثواب کا ہدیہ جیسے فوت شدگان کے لیے ہوسکتا ہے زندوں کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔

دلیل نمبر۶ :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اُس نے کہا میرے ذمہ ایک بڑا جانور ہے (اُونٹ، گائے) اور میں صاحبِ مال ہوں لیکن بڑا جانور مجھے مِل نہیں رہا جس کو میں خریدوں فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاهٍ فَیَذْبَحَنَ. (سُنن ابن ماجه باب کم یجزی من الغنم عن البدنه ص ۲۲۶) نبی کریم ﷺ نے اُس کو حکم دیا کہ وہ بڑے جانور کے بدلے سات بکریاں خرید کرکے اُن کو ذبح کرے۔

اِس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ اُونٹ اور گائے میں سات حصے ہوتے ہیں، دُوسری یہ بات معلوم ہوگئی کہ سات بکریاں اُونٹ گائے کے ساتھ حصوں کے برابر ہیں اور ایک بکری اُونٹ گائے کے ایک حصہ کے برابر ہے۔

اِس بات کو غیر مقلدین حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہی حدیث لکھ کر حافظ عبدالقادر روپڑی فرماتے ہیں کہ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک گائے یا اُونٹ سات بکریوں کے قائم مقام ہے۔ (فتاوی علماءِ حدیث ج ۱۳ ص ۱۰۳)

جب نبی کریم ﷺ نے اُونٹ گائے کو سات بکریوں کے برابر قرار دیا ہے اور اُونٹ یا گائے صرف سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے اِس سے زیادہ کی طرف سے نہیں ہو سکتی ورنہ سات حصوں کا مقرر کرنا بے فائدہ ہو جاتا ہے تو اِس سے ثابت ہوا کہ ایک بکری ایک آدمی کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے اُس میں دو آدمی بھی شریک نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا اِس دلیل کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کی قربانی میں سب گھر والوں کو شریک کیا یہ تشریح غلط ہے اور اِس غلط تشریح کی بنیاد پر یہ مسئلہ بتانا کہ بکری میں گھر کے سو سے زیادہ اَفراد شریک ہو سکتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور جو حنفیہ نے معنی کیا ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر کے لوگوں کو قربانی کے ثواب میں شریک کیا، صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۷ :

مِخْنَف بن سُلَیمؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عرفات میں فرمایا یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَةً [1] اے لوگو ! ایک گھر کے اَفرادِ خانہ میں سے ہر ایک پر قربانی لازم ہے یعنی گھر کے صاحب اِستطاعت لوگوں میں سے ہر ایک پر قربانی لازم ہے۔

اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گھر کے فقراء اور بچوں پر بھی قربانی لازم ہے، جب ایک گھر کے ہر صاحبِ وسعت پر قربانی لازم ہے تو ظاہر ہے کہ ہر ایک پر جدا قربانی کرنا بھی لازم ہے، ایک بکری سب کے لیے کافی نہ ہوگی۔ اِس دلیل کے پیش نظر حنفیہ کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق ایک گھر کے ہر صاحب اِستطاعت پر اَلگ قربانی کرنا لازم ہے اور غیر مقلدین کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق ایک

---

[1] سُنن ابن ماجه ص ۲۲۶

بکری سب کے لیے کافی ہے لہٰذا یہ معنی و مفہوم مذکورہ بالا دلیل کی وجہ سے غلط ہے اور اَحناف کا بیان کردہ مفہوم و معنی صحیح ہے یعنی حدیث میں اَفرادِ خانہ کی قربانی میں شرکت مراد نہیں بلکہ قربانی کے ثواب میں شرکت مراد ہے۔

دلیل نمبر ۸ :

غیر مقلدین حدیث کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بکری کی قربانی میں اپنے سب گھر والوں کو شریک کیا اور اپنی طرف سے اور سب گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کی اِس لیے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ گھر کے اَفراد سو سے زیادہ ہوں تو بھی ایک بکری اُن سب کے لیے کافی ہے اور اَحناف کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے بکری کی قربانی تو صرف اپنی طرف سے کی تھی دیگر اَفرادِ خانہ کو بکری کی قربانی میں شریک نہیں کیا بلکہ اُن کو قربانی کے ثواب میں شریک کیا اور یہ جائز ہے کہ ایک آدمی بکری کی قربانی تنہا کرے لیکن دُوسروں کے لیے اِس قربانی کے ثواب کا ہدیہ کر کے اُن کو قربانی کے ثواب میں شریک کر لے جیسا کہ اَولاد اور شاگردوں کے نیک اَعمال کے اَجر و ثواب میں ماں باپ اور اَساتذہ بھی شریک ہوتے ہیں۔

اَب دیکھنا یہ ہے کہ دُوسرے متفق علیہ اور اِجماعی مسائلِ شرعیہ جن میں بکری کے ذبح کرنے کا حکم ہے اُن میں متعدد آدمی ایک بکری میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

ہم نے اِن مسائل میں دیکھا کہ ایک بکری میں دو آدمی بھی شریک نہیں ہو سکتے مثلاً

(۱) دمِ اِحصار یعنی ایک آدمی نے حج یا عمرہ کا اِحرام باندھا لیکن راستے میں دُشمن یا بیماری رُکاوٹ بن گئی اور وہ سفر جاری نہیں رکھ سکتا تو وہ ایک بکری حرم میں بھیج دے جب وہ بکری حرم میں ذبح ہو جائے تو یہ اِحرام کھول دے (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶) یہ بکری ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے اِس میں دو آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔

(۲) جو آدمی حج تمتع یا حج قران کرے وہ بطورِ شکرانہ ایک بکری ذبح کرے جس کو دمِ تمتع ودمِ قران کہا جاتا ہے اِس میں دو حاجی شریک نہیں ہو سکتے ہر حاجی اَلگ بکری ذبح کرے گا۔

(۳) ایک بکری ایک ہی بچی کے عقیقہ میں ذبح ہو سکتی ہے ایک سے زیادہ بچیوں کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح نہیں ہو سکتی۔

(۴) گھر کے تین اَفراد میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ وہ بطورِ صدقہ بکری ذبح کرے گا تو ہر ایک پر بوجہ نذر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے لہٰذا یہ تین بکریاں ذبح کریں گے تینوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا درست نہ ہوگا، ایسے ہی اگر ایک گھر کے تین آدمی مُحصَر ہو گئے یا تین آدمیوں نے حجِ تمتع یا حجِ قران کیا یا ایک گھر کے تین آدمیوں نے اپنی اپنی بچی کا عقیقہ کیا تو اِن سب صورتوں میں گھر کے تین اَفراد کی طرف سے ایک بکری کافی نہ ہوگی اور تینوں آدمی ایک ایک بکری میں شریک نہ ہو سکیں گے بلکہ ہر آدمی اَلگ اَلگ بکری ذبح کرے گا۔

پس زیرِ بحث مسئلہ میں جو اَحناف کا موقف ہے کہ ایک بکری کی قربانی ایک ہی آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے اُس میں دو آدمی بھی شریک نہیں ہو سکتے نہ وہ آدمی دُوسرے لوگوں کو شریک کر سکتا ہے اَحکامِ شرع میں اِس کے نظائر اور اِس کی مثالیں موجود ہیں جبکہ غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ ایک بکری میں گھر کے سو اَفراد سے زیادہ بھی شریک ہو سکتے ہیں، اِس کی اَحکامِ شرع میں کوئی نظیر اور کوئی مثال موجود نہیں ہے اَلبتہ اِس کے برعکس مثالیں موجود ہیں یعنی ایک آدمی کی طرف سے متعدد بکریاں ہوں جیسے ایک لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں ذبح کرنا یا جس محرم پر اُونٹ یا گائے کا دم واجب ہو جائے وہ اُونٹ اور گائے نہ ملنے کی صورت میں سات بکریاں ذبح کرے گا۔

لہٰذا ترجیح اُس موقف کو ہو گی شریعت میں جس کے نظائر موجود ہیں اور جس موقف کی نظیر موجود نہیں وہ مرجوح ہوگا۔ اِسی طرح حدیث کا یہ مفہوم کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے اَفرادِ خانہ کو بکری کی

قربانی کے ثواب میں شریک کیا راجح ہوگا اور یہ مفہوم کہ بکری کی قربانی میں اَفرادِ خانہ کو شریک کیا مرجوع بلکہ غلط ہے۔

دلیل نمبر۹ :

شرعی اَحکامات میں جہاں تعدد ہے شریعت نے اُس تعدد کی تخمیناً یا تحدیدًا تعیین بھی کی ہے۔

تخمیناً کا مطلب یہ ہے کہ اُس متعین عدد میں کمی بیشی ہوسکتی ہے لیکن جو عدد کثیر الوقوع تھا کثرتِ وقوع کی بناء پر اُس کا ذکر کردیا گیا جیسے اِستنجاء میں تین ڈھیلے، وضو میں اعضاء کو تین مرتبہ دھونا، نمازِ تہجد میں گیارہ رکعات۔

تحدیدًا کا مطلب یہ ہے کہ اُس متعین عدد میں کمی زیادتی جائز نہیں ہوتی جیسے پانچ نمازیں وغیرہ، ملاحظہ کیجیے احکامِ شرع میں تعدد اور عدد کی تعیین وتحدید کی اَمثلہ

(۱) اِستنجاء میں ڈھیلے ۳ (۲) وضوء میں اَعضاء کو دھونا ۳ مرتبہ (۳) موزوں پر مسح مقیم کے لیے ایک دِن ایک رات مسافر کے لیے تین دِن تین رات (۴) فرض نمازیں پانچ (۵) رکعاتِ ظہر ۴ (۶) رکعاتِ عصر ۴ (۷) رکعاتِ مغرب ۳ (۸) رکعاتِ عشاء ۴ (۹) رکعاتِ فجر ۲ (۱۰) رکعاتِ نماز جمعہ ۲ (۱۱) رکعاتِ نمازِ عید ۲ (۱۲) رکعاتِ تراویح ۲۰ اور غیر مقلدین کے نزدیک ۸ (۱۳) تکبیراتِ جنازہ ۴ باجماعِ صحابہ (۱۴) نصابِ زکوۃ میں سونا ۲۰ مثقال، چاندی ۲۰۰ درہم، اُونٹ ۵، گائے ۳۰، بکریاں ۴۰ (۱۵) روزے ۲۹ یا ۳۰ (۱۶) طواف چکرے (۱۷) صفا مروہ کے درمیان چکرے (۱۸) ہر جمرہ کو کنکریاں مارنا ۷ (۱۹) تعدادِ اَزواج ۴ (۲۰) تعدادِ طلاق ۳ (۲۱) وارث متعدد ہوں تو ہر وارث کا حصہ متعین ہے (۲۲) گائے میں حصے ۷، اُونٹ میں حصے ۷ یا دس۔

جب اَحکامِ شرع میں تعدد کی تحدید وتعیین کا اُصول ہے تو بکری کی قربانی میں بھی اگر متعدد شرکاء کی شرکت جائز ہوتی تو اُن کی بھی تحدید وتعیین ہوتی لیکن اِس کی تعیینِ عددی کسی حدیث سے بھی

ثابت نہیں ہوتی تو اِس سے ثابت ہوا کہ ایک بکری کی قربانی میں متعدد لوگوں کی شرکت روا نہیں ورنہ اِس تعدد کی بھی عددی تحدید و تعیین کی جاتی۔

لٰہذا ایک بکری ایک ہی آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے اِس میں متعدد آدمیوں کی شرکت اور ایک بکری سے گھر کے سو سے زیادہ اَفراد کی قربانی کی اَدائیگی والا نظریہ صحیح نہیں ہے اور نبی پاک علیہ السلام کی حدیث کا یہ مطلب کہ آپ نے سب اَفرادِ خانہ کو بکری کی قربانی میں شریک کیا یہ بھی صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ نے اَفرادِ خانہ کو قربانی کے ثواب میں شریک کیا۔

دلیل نمبر۱۰ :

اَدنیٰ سے اَدنیٰ جانور جس کی قربانی جائز ہے وہ بکری ہے۔

اور اگر غیر مقلدین کے نظریہ کے مطابق ایک بکری میں گھر کے مثلاً بیس اَفراد شریک ہوں تو قربانی کی اَدنیٰ مقدار بکری کا بیسواں حصہ ہوگا اور اگر سو سے بھی زیادہ اَفراد شریک ہوں تو قربانی کی اَدنیٰ مقدار کا خود اَندازہ کرلیں لٰہذا بکری کی قربانی میں اَفرادِ خانہ کو شرکت والا مفہومِ حدیث اور بکری کی قربانی میں متعدد آدمیوں کی شرکت والا نظریہ غلط ہے۔

دلیل ۱۱ :

مذکورہ بالا دس دلیلوں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ علیہ السلام نے اپنی اور اہلِ بیت کی طرف سے ایک بکری کی جو قربانی کی ہے اُس سے قربانی میں شرکت والا مفہوم مراد لینا اور اُس کی بنیاد پر بکری کی قربانی میں لاتعداد آدمیوں کی شرکت والا نظریہ غلط ہے اور قربانی کے ثواب میں شرکت والا مفہوم صحیح ہے۔

غیر مقلدین کا قیاس :

بڑی حیرت کی بات ہے کہ غیر مقلدین جو فقہاءِ کرام کے شرعی قیاس پر یہ جملہ چسپاں کرتے ہیں اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ سب سے پہلے اِبلیس نے قیاس کیا لیکن زیرِ بحث مسئلہ میں اُنہوں نے اپنی رائے سے

(۱) حدیث کا ایک مفہوم اِختراع کیا جو بالکل غلط ہے۔

(۲) پھر اِس غلط مفہوم پر بنیاد رکھ کر ایک مسئلہ اِختراع کیا کہ ایک گھر کے بے شک سو سے زیادہ اَفراد ہوں اُن سب کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کافی ہے۔

(۳) پھر اِس غلط اِختراعی مسئلہ پر قیاس کرکے ایک اور غلط مسئلہ اِختراع کیا۔

اِس اِجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجیے :

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے اور اپنے اہلِ بیت کی طرف ایک بکری کی قربانی کی۔ غیر مقلدین نے اِس سے تمام اہلِ بیت کا ایک بکری کی قربانی میں شریک ہونا مراد لیا جو غلط ہے، بعد اَزاں اُنہوں نے اِس غلط مفہوم کی بنیاد پر یہ مسئلہ اِختراع کیا کہ ایک گھر کے سو یا سو سے بھی زیادہ اَفراد ایک بکری میں شریک ہو سکتے ہیں پھر اِس پر اُونٹ اور گائے کے حصے کا قیاس کیا کہ چونکہ اُونٹ، گائے کا ایک حصہ ایک بکری کے برابر ہے اور بکری کی قربانی کی طرح اُونٹ، گائے کا ایک حصہ بھی قربانی ہے لہٰذا بکری کی طرح اُونٹ گائے کے ایک حصہ میں بھی گھر کے سب کے سب اَفراد شریک ہو سکتے ہیں اور بکری کی طرح وہ ایک حصہ سب گھر والوں کے لیے کافی ہے، اِس ایک حصہ سے سب گھر والوں کی قربانی اَدا ہو جائے گی۔ اگر فقہاء کے شرعی قیاسات اِبلیسی قیاس ہیں تو غیر مقلدین کا یہ قیاس جس کی بنیاد اِتنی اَغلاط پر ہے یہ تو کئی گناہ زیادہ اِبلیسی قیاس ہونا چاہیے۔

غیر مقلدین کا قیاس ملاحظہ کیجیے !

حافظ عبدالقادر روپڑی فرماتے ہیں ایک بکری ایک گھر کی طرف سے کافی ہے اور ایک حصہ بھی ایک بکری کے قائم مقام ہے پس وہ بھی ایک گھر کی طرف سے کافی ہوگا نیز فرماتے ہیں : اور یہ بات ظاہر ہے کہ اُونٹ گائے کا ایک حصہ قربانی ہے پس وہ بھی ایک گھر والوں کی طرف سے کافی ہوگا۔ (فتاوی علمائے حدیث ج ۱۳ ص ۱۰۵)

غیر مقلدین کا شکوہ :

غیر مقلدین حدیث کے اپنے غلط مفہوم اور اُس غلط مفہوم پر مبنی غلط مسئلہ پھر اِس غلط مسئلہ پر غلط قیاس کی بنیاد پر حنفیہ پر طعن و تشنیع اور شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے برادرانِ اَحناف اپنے نظریہ کی وجہ سے گھاٹے میں جا رہے ہیں کہ گھر سارا اِس شرف اور فضیلت سے قاصر اور محروم ہے، مقامِ حیرت ہے۔ [1]

جوابِ شکوہ :

ہم غیر مقلدین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اَحناف نے جو حدیث کا مفہوم مراد لیا ہے یعنی بکری کی قربانی کے ثواب میں اَفراد خانہ کی شرکت اور جو غیر مقلدین نے مفہوم مراد لیا ہے یعنی سب گھر والوں کی ایک بکری کی قربانی میں شرکت اِس پر غور کرنے سے صورتِ حال یہ سامنے آتی ہے :

(۱) اَحناف کہتے ہیں کہ گھر کے جتنے اَفراد صاحبِ اِستطاعت ہیں اور اُن پر قربانی واجب ہے وہ سب جدا جدا قربانی کریں تاکہ سب کا واجب اَدا ہو جائے اور سب شرعی اِعتبار سے بری الذمہ ہو جائیں۔ جبکہ غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ اگر گھر کے بیس اَفراد صاحب اِستطاعت ہوں تو سب ایک بکری میں یا اُونٹ گائے کے ایک حصہ میں شریک ہو سکتے ہیں جو اَز رُوئے شرع غلط ہے جس کی وجہ سے کسی کی قربانی بھی اَدا نہ ہوگی اور اُن میں سے کوئی بھی قربانی کے شرعی حکم سے بری الذمہ نہ ہوگا اور وہ سب کے سب گنہگار رہوں گے۔

(۲) اَحناف کے اَحادیث پر مبنی مسئلہ کے مطابق جب ایک گھر کے صاحب اِستطاعت بیس اَفراد بیس قربانیاں کریں گے اور ہر ایک اپنی قربانی کے ثواب کا دُوسرے اَفراد خانہ پر ہدیہ کر کے

---

[1] فتاوی علماءِ حدیث ج ۱۳ ص ۱۱۳

اُن کو بھی ثواب میں شریک کر لے گا تو کوئی اَندازہ کر سکتا ہے کہ ہر ایک کو کتنا ثواب ملے گا ؟ پھر قربانیوں کے گوشت اور کھالوں کے صدقے کا ثواب علیحدہ جبکہ غیر مقلدین کی رائے کو لیا جائے تو نہ کسی کی قربانی اَدا ہوئی اور نہ کسی کو قربانی کا اَجر و ثواب ملا، ثواب تو کیا ملنا تھا اُلٹا ترکِ قربانی کا گناہ لازم ہوا۔

(۳) اُونٹ گائے کے ایک حصہ میں جب ایک گھر کے بیس تیس آدمی شریک ہوں گے تو اِس ایک حصے کی قربانی فاسد ہوگی کیونکہ اُونٹ گائے کا ایک حصہ ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتا ہے جب ایک حصہ فاسد ہوا تو باقی چھ حصہ داروں کی قربانی نہ ہوگی اور اِس کا گناہ اُن لوگوں پر ہوگا جنہوں نے ایک گھر کے بیس تیس آدمیوں کو اُونٹ گائے کے ایک حصہ میں شریک ہونے کا غلط مسئلہ بتا کر اُن سب کی قربانی خراب کی ہے۔

(۴) غیر مقلدین کے نظریہ پر عمل کرنے کی صورت میں قربانی والے شرعی حکم کی عدم اَدائیگی ترکِ قربانی کی وجہ سے گناہ اور ثواب سے محرومی، یہ اُخروی نقصان ہے اور اُونٹ گائے بکری ذبح کرنے کے باجود قربانی کی عدم اَدائیگی، یہ مال کا ضیاع ہے جو دُنیوی نقصان ہے ﴿خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾

ہمارے تین سوال :

(۱) ہمارا سوال یہ ہے کہ جس طرح حنفیہ نے حدیث کے اپنے فہمیدہ مفہوم کی صحت پر اور غیر مقلدین کی اَخذ کردہ مفہوم کے غلط ہونے پر دس دلائل قائم کیے ہیں غیر مقلدین بھی اپنی مفہوم کی صحت پر اور حنفیہ کے مفہوم کے غلط ہونے پر دلائل پیش کریں۔

(۲) غیر مقلدین کے نزدیک اُونٹ گائے کا ایک حصہ ایک گھر کے تمام اَفرادِ خانہ کے لیے کافی ہے، اِس پر صحیح صریح حدیث پیش کریں۔

(۳) اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اور فَذَبَحَ اَحَدَھُمَا عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ کا معنی و مطلب بھی واضح کریں اور یہ بتائیں کہ کیا ایک بکری پوری اُمت کے لیے کافی ہے یا نہیں ؟

اگر جواب اِثبات میں ہے تو آپ ﷺ نے صاحب اِستطاعت کے قربانی نہ کرنے کی صورت میں عید گاہ کے قریب نہ آنے کی وعید کیوں سنائی جبکہ ایک بکری کی قربانی میں شرکت سے پوری اُمت کی قربانی اَدا ہو جاتی ہے اور اگر جواب نفی میں ہے تو پتہ چل گیا کہ ایک بکری میں متعدد لوگوں کا شریک ہونا اور اُس ایک بکری کے ذبح کرنے سے اُن سب شرکاء کی قربانی کا اَدا ہو جانا، یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔

بقیہ : عید الاضحٰی ... اَعمال، اَحکام، فضائل

(۱۲) اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں وہ آپس میں گوشت تقسیم نہیں کرتے بلکہ یکجا فقراء اور اَحباب کو تقسیم کر دیتے ہیں یا پکا کر کھلا دیتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے اَلبتہ اگر آپس میں حصے تقسیم کریں گے تو اُس میں برابری ضروری ہے۔

(۱۳) قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

(۱۴) گیابھن جانور کی قربانی کی جا سکتی ہے، اگر بچہ زندہ نکلے تو اُس کو بھی ذبح کر دیا جائے۔

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور